ماہنامہ
اکیسویں صدی
دسمبر
تیسرا شمارہ

ماہنامہ ایکسویں صدی
ایڈیٹر
نورین خان
مشیر
مہناز رحمان
ممبر
جلال خان
ممبر
عائشہ خان

فن اور فنکار

فن اور فنکار

فن اور فنکار

معظم علی پاشا

حمدِ باری تعالیٰ

چرندے پرندے ترے نام لیوا

تو خالق تو مالک ہے ارض وسما کا

یہ انسان وحیوان کرتے ثنا ہیں

ہے معبود، رازق تو سارے جہاں کا

ہے جلوہ گری تیری کون ومکاں میں

تو ہی ہے خدا عالمِ دو جہاں کا

مجھے بھی نوازے گا اک دن وہ پاشا

پتہ ہے اسے میری آہ فغاں کا

معظم علی پاشا*

* مدیر اعلیٰ ادب کی دنیا سہ ماہی ڈائجسٹ*

لفظ خود نعت کے امکان میں آجاتے ہیں

جب بھی سرکار مرے دھیان میں آجاتے ہیں

ذکر ان کا ہو تو ہر سانس مہک جاتی ہے

پھول احساس کے گلدان میں آجاتے ہیں

ہم تعارف کے بھی محتاج نہیں دنیا میں

انکی نسبت ہی سے پہچان میں آجاتے ہیں

آنکھ جب چومتی ہے لفظ تو میرے آقا

مسکراتے ہوئے قرآن میں آجاتے ہیں

خواب میں بھی جو مدینے سے پلٹتا ہوں میں

چند آنسو مرے سامان میں آجاتے ہیں

بات ناموس رسالت کی اگر آجائے

ہم کفن باندھ کے میدان میں آجاتے ہیں

آپ کی پیروی کرنے سے کھلا ہے مجھ پر

ضابطے جینے کے انسان میں آجاتے ہیں

میرے نزدیک اقبال کے اس شعر میں خودکو بااختیار بنانے اور روحانی بیداری کا گہرا پیغام ہے۔ یہ افراد سے اپنے احساسِ نفس کو اس بلندی تک پہنچانے کا مطالبہ کرتا ہے جہاں وہ اپنی تقدیر کے معمار بن جائیں۔ کسی کا عزم اور خودشناسی اتنی گہری ہونی چاہیے کہ تقدیر کے سامنے آنے سے پہلے ہی خدا خود فرد کے ساتھ ذاتی گفتگو میں مشغول ہوجائے اور ان کے حقیقی ارادوں اور زندگی کے مقصد کو سمجھنے کی کوشش کرے۔ یہ اس خیال کی نشاندہی کرتا ہے کہ خودی دریافت اور خود کو بہتر بنانا ضروری ہے، اور کسی کے اعمال اور عزم اس کی تقدیر پر گہرا اثر ڈالتا ہے اسے ذاتی ترقی اور خود حقیقت پسندی کے لیے الہام کا ایک لازوال ذریعہ بناتا ہے۔

نظم

ریدہ حنیف

ہاں میں وہ لڑکی ہوں
جو خود سے باتیں کرتی ہے
جو خود کو خود سمجھاتی ہے
جو خود سے خود ہی لڑتی ہے
ہاں میں وہ لڑکی ہوں
جو خود سے باتیں کرتی ہے
میں نے خود کو خود ہی سراہا ہے
میں نے خود کو خود ہی چاہا ہے
میں نے خود میں نقص نکالے ہیں
خود پہ بھی تنقید کرتی ہے
ہاں میں وہ لڑکی ہوں
جو خود سے باتیں کرتی ہے
حقیقت کی دنیا سے دور کہیں

نظم

خدایا مدد کو ابابیل بھیجو

کبھی دیکھ لوں سرخ کپڑوں میں کوئی

تو دل کانپ اٹھتا ہے فوراً سے میرا

بتا میں فلسطین کو کیسے دیکھوں

جہاں پہ بلکتے ہوئے ننھے بچے

سسکتی ہوئی مائیں بہنیں پڑی ہیں

کلیجے کے ٹکڑوں سے لپٹی ہوئی ہیں

بے گور و کفن اپنے لاشے اٹھائے

مسلسل اِدھر سے اُدھر دیکھتی ہیں

مگر کوئی دستِ مسیحا نہیں ہے

مداوا کرے گا بھلا کون ان کا

نہیں بولتا حق میں کوئی بھی ان کے

خصوصاً یہ قانون کالے ہیں جن کے

ہیں خاموش گونگوں کے جیسے مسلسل

ضمیر ان کا مردہ ہے ہے شاید جبھی تو

پجاری کسی تیسرے شخص کے ہیں

نہیں آنا چاروں طرف سے کسی سے نے

سو سب نے اٹھا کر نگہ آسماں کو

سسک کر، بلک کر، تڑپ کر خدا سے

کہا ہے مدد کو ابابیل بھیجو

نورِ اقصیٰ عمران

❁غزل❁

اہلِ دل بن کے سوچتے صاحب
جانے والے کو روکتے صاحب

پار موسیٰ نے کر لیا دریا
ہم جو ہوتے تو ڈوبتے صاحب

یہ جو کہتے ہیں عشق راحت ہے
خود کو ہوتا تو پوچھتے صاحب

راکھ بکھری پڑی ہے یادوں کی
پونجی کس کو یہ سونپتے صاحب

رحم سے ہم جو آشنا ہوتے
پر کیوں تتلی کے نوچتے صاحب

خیر اور شر کی بات چھوڑو جی
نفس کو کیسے روکتے صاحب

نظم

وہ شخص سلیقے سے بچھڑتا بھی نہیں ہے
اور وصل کی بانہوں میں جکڑتا بھی نہیں ہے
دل محو خرابات، جنوں خیز سہی، پر
متروک رسومات میں پڑتا بھی نہیں ہے
جب آنکھ ملے خود میں چھپے عکس دروں سے
پھر ذات کا پھیلاؤ سکڑتا بھی نہیں ہے
مجھ جسم کے سب بخیے ہوئے چاک مگر کیوں
اک دعا گر غف دل سے اُدھڑتا بھی نہیں ہے
میں خاک کے سینے پہ پلا پیڑ ہوں ایسا
سرسبز ہوا، جو کبھی سڑتا بھی نہیں ہے
ہے سوچ کے پردوں پہ کوئی رقص کناں جو
وہ عکس مری آنکھ میں گڑتا بھی نہیں ہے
اس لمس کے رشتے کو تو میں آگ لگا دوں
دل بستا نہیں، جسم اجڑتا بھی نہیں ہے

ثمین بلوچ

خالد محبوب

غزل

سبھی نے روک کے پوچھا تمہارے بارے میں
مگر میں الجھا رہا ہجر کے خسارے میں

-

میں آسمان کو تکتا رہا تھا ساری رات
تمہاری شکل دکھی دور اک ستارے میں

-

تمہاری یاد سے دل پھٹنے والا ہے میرا
ہوا میں کتنی بھروں اور اس غبارے میں

-

تمہارے ہجر سے منہ موڑنا پڑا آخر
میں کب تلک جیے جاتا کسی خسارے میں

-

مجھے تو عشق محبت سکھانی آتی ہے
مجھے کہاں ملے گا کام اس ادارے میں

نظم

اپنے آثار سے نکل آئے
آدمی غار سے نکل آئے
میں نے والعصر کی تلاوت کی
ہاتھ دیوار سے نکل آئے
میرے محرم کوئی وظیفہ پڑھ
درد بیمار سے نکل آئے
رنگ لہجے کا گر گلابی ہو
پھر مہک خار سے نکل آئے
وہ جو ارمان چھپ کے بیٹھے تھے
کسی تہوار سے نکل آئے
کس نے پکڑی کلائی نیندوں کی
خواب منجدھار سے نکل آئے

ثمین بلوچ

نظم

رات میں نے اک خواب دیکھا

خواب میں اس کا چہرہ تھا

اس کے دلکش چہرے پر

دو جھیل سی آنکھوں کا پہرہ تھا

میرے بالوں کو سہلا رہا تھا وہ

مجھے شاید سلا رہا تھا وہ

اس کی آواز کانوں میں رس گھولتی تھی

کوئی پیار کی نظم سنا رہا تھا وہ

مجھے یونہی چاہے گا زندگی بھر

بڑے یقین سے یقین دلا رہا تھا وہ

ہم ایک ساتھ بوڑھے ہوں گے

مجھے حسین مستقبل دکھا رہا تھا وہ

پھر اچانک سے کوئی سرسراہٹ ہوئی

میرے پاس شاید کوئی آہٹ ہوئی

پھر اچانک سے میری آنکھ کھلی

دیکھا تو ہر سمت تنہائی تھی

یہ تو اس کی یادیں تھیں

جو خواب میں ملنے آئی تھیں

اس نیند سے جاگ جانے پر

میرا دل مجھ سے روٹھ گیا

خواب ہی تو تھا آخر

آنکھ کھلی اور ٹوٹ گیا

ریدہ حنیف

ذیابیطس

حمیرا علیم

14 نومبر کو عالمی ذیابیطس کے دن کے طور پر منایا جاتا ہے۔

ذیابیطس کو خاموش قاتل کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کیونکہ یہ ایک بیماری کئی امراض کا باعث بن سکتی ہے اور حیرت انگیز طور پر ذیابیطس ٹائپ ٹو کے شکار 25 فیصد افراد کو اکثر اس کا شکار ہونے کا علم ہی نہیں ہوتا۔ اس مرض کا شکار ہونے کی صورت میں کچھ علامات ایسی ہوتی ہیں جس سے عندیہ ملتا ہے کہ آپ کو اپنا چیک اپ کروانا چاہئے تا کہ ذیابیطس کی شکایت ہونے کی صورت میں اس کے اثرات کو آگے بڑھنے سے روکا جا سکے۔ ایک تحقیق کے مطابق خون میں چینی کی مقدار میں تیزی سے اضافہ اور انسولین کی مزاحمت جیسی ذیابیطس کی بتدائی علامت مرض کے باقاعدہ آغاز سے کئی سال پہلے سے متعدد افراد میں دیکھی گئی ہیں جنھیں بعد میں پری ڈائبیٹیز ہوئی جسے عموماً ٹائپ ٹو ذیابیطس کا سبب سمجھا جاتا ہے۔ محققین کے مطابق اس کا مطلب یہ ہے کہ ذیابیطس کو پہنچنے سے روکنے کا عمل زندگی میں بہت پہلے شروع کر دیا جانا چاہیے۔ یہ جاپانی تحقیق 2005 سے 2016 کے درمیان کی گئی اور اس میں 27 ہزار ایسے افراد کے باڈی ماس انڈیکس، نہار منہ خون میں شوگر کی مقدار اور انسولین کی مزاحمت کی جانچ کی گئی جو ذیابیطس کے مریض نہیں تھے۔ ان افراد کی عمر 30 سے 50 برس کے درمیان تھی اور ان میں سے زیادہ تر مرد تھے۔ نسانی جسم میں انسولین کے خلاف مزاحمت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب ہمارے جسم کے خلیے انسولین ہارمون کے تئیں مناسب ردعمل نہیں دیتے اور اس کا نتیجہ کئی خرابیوں کی صورت میں نکلتا ہے۔ بڑھتے ہوئے باڈی ماس انڈیکس کو ٹائپ 2 ذیابیطس کی اہم وجہ سمجھا جاتا ہے۔ تحقیق کے شرکا کو 2016 یا اس وقت تک زیر نگرانی رکھا گیا جب تک انہیں ٹائپ ٹو ذیابیطس کی تشخیص نہیں ہوگئی۔ اس تحقیق کے دوران کل 1067 افراد میں اس بیماری کی تشخیص ہوئی۔

محققین نے پتہ چلایا کہ تشخیص سے دس برس قبل بھی ان افراد کے خون میں چینی کی مقدار صبح کے وقت زیادہ تھی اور ان کا جسم قدرتی انسولین سے مزاحم تھا جبکہ ان کا بی ایم آئی بھی زیادہ تھا۔

یہی علامات ایسے افراد میں بھی پائی گئیں جو پری ڈائبیٹیز کا شکار ہوئے۔ محققین کا کہنا ہے کہ ایسے افراد جنھیں ٹائپ 2 ذیابیطس ہوتی ہے ان میں سے زیادہ تر پری ڈائبیٹیز مرحلے سے گزرتے ہیں سو اس کا مطلب یہ ہے کہ ذیابیطس کے خطرے سے بیماری کے لاحق ہونے سے دو دہائی قبل بھی آگاہ ہوا جا سکتا ہے۔ یہ تحقیق یورپی ایسوسی ایشن فار دی سٹڈی آف ڈائبیٹیز کانفرنس میں پیش کی گئی اور جرنل آف اینڈوکرائن سوسائٹی میں شائع ہوئی ہے۔

زیادہ کامیابی نہیں ملی ہے اس لیے اس کی علامات سامنے آنے سے کہیں پہلے ہمیں اس پر قابو پانا چاہیے تاکہ مستقبل [illegible] ی مکمل شکل نہ دھار سکے۔ ان کا کہنا ہے کہ اس کے لیے ضروری ہے کم عمر افراد پر تجربہ کیا جائے جو چاہے دوا کا ہو یا طر [illegible]

تحقیق میں یہ بات بھی سامنے آئی ہے کہ ایسے افراد جنھیں مستقبل میں ٹائپ 1 ذیابیطس ہونے کا خطرہ ہوتا ہے انھیں ابتدا میں غلطی سے ٹائپ 2 کا مریض سمجھ لیا جاتا ہے۔ اس تحقیق کے مطابق 39 فیصد ایسے افراد جن کی عمر 30 برس سے زیادہ تھی اور جنھیں ٹائپ 1 ذیابیطس تھی انھیں فوری طور پر انسولین نہیں تجویز دی گئی۔ خیال رہے کہ ٹائپ 1 ذیابیطس میں مریض کو فوراً انسولین دی جاتی ہے جبکہ ٹائپ 2 میں اکثر مریض کی خوراک اور ورزش کی مدد سے خون میں چینی کی مقدار کم کروانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

علامات

:1 زیادہ پیشاب آنا

جسم خوراک کو شوگر میں تبدیل کرنے میں زیادہ بہتر کام نہیں کر پاتا جس کے نتیجے میں دوران خون میں شوگر کی مقدار بڑھ جاتی ہے ور جسم اسے پیشاب کے راستے باہر نکالنے لگتا ہے۔ تاہم اس مرض کے شکار اکثر افراد اس خاموش علامت سے واقف ہی نہیں ہوتے ورنہ ہی اس پر توجہ دیتے ہیں۔ خاص طور پر رات کو جب ایک یا 2 بار ٹوائلٹ کا رخ کرنا تو معمول سمجھا جا سکتا ہے تاہم یہ تعداد بڑھنے اور آپ کی نیند پر اثرات مرتب ہونے کی صورت میں اس پر توجہ مرکوز کرنے کی ضرورت ہوتی ہے

:2 پیاس لگنا حلق خشک ہونا

بہت زیادہ پیشاب کرنے کے نتیجے میں پیاس بھی زیادہ محسوس ہوتی ہے اور ذیابیطس کے مریض افراد گر جوسز، کولڈ ڈرنکس یا دودھ وغیرہ کے ذریعے اپنی پیاس کو بجھانے کی خواہش میں مبتلا ہو جائیں تو یہ خطرے کی علامت ہو سکتی ہے۔ یہ میٹھے مشروبات خون میں شکر کی مقدار کو بڑھا دیتے ہیں جس کے نتیجے میں پیاس کبھی ختم ہونے میں ہی نہیں آتی۔

:3 وزن میں کمی

جسمانی وزن میں اضافہ ذیابیطس کے لیے خطرے کی علامت قرار دی جاتی ہے تاہم وزن میں کمی آنا اس مرض کی ایک علامت ہو سکتی ہے۔ طبی ماہرین کے مطابق جسمانی وزن میں کمی دو وجوہات کی بناء پر ہوتی ہے، ایک تو جسم میں پانی کی کمی ہونا (پیشاب زیادہ آنے کی وجہ سے) اور دوسری خون میں موجود شوگر میں پائے جانے والی کیلوریز کا جسم میں جذب نہ ہونا۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ ذیابیطس کا علم ہونے کی صورت میں جب لوگ اپنے بلڈ شوگر کو کنٹرول کرنا شروع کرتے ہیں تو اس کے نتیجے میں وزن بڑھ سکتا ہے مگر یہ اچھا امر ہوتا ہے کیونکہ اس کا مطلب ہوتا ہے کہ بلڈ شوگر کی لیول زیادہ متوازن ہے۔

:4 کمزوری اور بھوک زیادہ لگنا

یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں کہ ذیابیطس کے مریضوں کو اچانک ہی بھوک کا احساس ستانے لگے ور ان کے اندر فوری طور پر زیادہ کاربوہائیڈریٹ سے بھرپور غذا کی خواہش پیدا ہونے لگے۔ طبی ماہرین کے مطابق جب کسی فرد کا بلڈ شوگر لیول بہت زیادہ ہو تو جسم کے

یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں کہ ذیابیطس کے مریضوں کو اچانک ہی بھوک کا احساس ستانے لگے دوران کے اندر فوراً کاربوہائیڈریٹ سے بھرپور غذا کی خواہش پیدا ہونے لگے۔ بی ماہرین کے مطابق جب کسی فرد کا بلڈ شوگر لیول بڑھ جاتا ہے تو اس کے لیے گلوکوز کو ریگولیٹ کرنا مسئلہ بن جاتا ہے، جس کے نتیجے میں جب آپ کاربوہائیڈریٹس سے بھرپور غذا استعمال کرتے ہیں تو مریض کا جسم میں انسولین کی مقدار بڑھ جاتی ہے جبکہ گلوکوز کی سطح فوری طور پر گر جاتی ہے جس کے نتیجے میں کمزوری کا احساس پیدا ہوتا ہے اور آپ کے اندر چینی کے استعمال کی خواہش پیدا ہونے لگتی ہے اور یہ چکر مسلسل چلتا رہتا

5: تھکاوٹ

یقیناً تھکاوٹ تو ہر شخص کو ہی ہوتی ہے مگر ہر وقت اس کا طاری رہنا ذیابیطس میں مبتلا ہونے کی اہم علامت ثابت ہو سکتی ہے۔ ذیابیطس کا شکار ہونے کی صورت میں خوراک جسم میں توانائی بڑھانے میں ناکام رہتی ہے ور ضرورت کے مطابق توانائی نہ ہونے سے تھکاوٹ کا احساس ور سستی طاری رہتی ہے۔ اسی طرح ذیابیطس ٹائپ ٹو میں شوگر لیول اوپر نیچے ہونے سے بھی تھکاوٹ کا احساس غلبہ پا لیتا ہے۔

6: پل پل مزاج بدلنا یا چڑچڑاپن

جب آپ کا بلڈ شوگر کنٹرول سے باہر ہوتا ہے تو آپ کو کچھ بھی اچھا محسوس نہیں ہوتا۔ ایسی صورت میں مریض کے اندر چڑچڑے پن یا اچانک غصے میں آجانے کا امکان ہوتا ہے۔ درحقیقت ہائی بلڈ شوگر ڈپریشن جیسی علامات کو ظاہر کرتا ہے یعنی: تھکاوٹ، ارگرد کچھ بھی اچھا نہ لگنا، باہر نکلنے سے گریز اور ہر وقت سوتے رہنے کی خواہش وغیرہ۔ ایسی صورتحال میں ڈپریشن کی جگہ سب سے پہلے ذیابیطس کا ٹیسٹ کرینا زیادہ بہتر ثابت ہوتا ہے خاص طور پر اس وقت جب اچانک مزاج خوشگوار ہو جائے کیونکہ بلڈ شوگر لیول نارمل ہونے پر مریض کا موڈ خود بخود نارمل ہو جاتا ہے۔

7: بینائی میں دھندلاہٹ

ذیابیطس کی ابتدائی سطح پر آنکھوں کے لینس منظر پر پوری طرح توجہ مرکوز نہیں کر پاتے کیونکہ آنکھوں میں گلوکوز کی مقدار بڑھ جاتی ہے جس کے نتیجے میں عارضی طور پر اس کی ساخت یا شیپ بدل جاتی ہے۔ چھ سے آٹھ ہفتے میں جب مریض کا بلڈ شوگر لیول مستحکم ہو جاتا ہے تو دھندلا نظر آنا ختم ہو جاتا ہے کیونکہ آنکھیں جسمانی حالت سے مطابقت پیدا کر لیتی ہیں اور ایسی صورت میں ذیابیطس کا چیک اپ کروانا ضروری ہوتا ہے۔

8: زخم یا خراشوں کے بھرنے میں تاخیر

زخموں کو بھرنے میں مدد دینے والا دفاعی نظام اور پراسیس بلڈ شوگر لیول بڑھنے کی صورت میں موثر طریقے سے کام نہیں کر پاتا جس کے نتیجے میں زخم یا خراشیں معمول سے زیادہ عرصے میں مندمل ہوتے ہیں اور یہ بھی ذیابیطس کی ایک بڑی علامت ہے۔

9: پیروں میں جھنجھناہٹ

ذیابیطس کی شکایت سے قبل بلڈ شوگر میں اضافہ جسمانی پیچیدگیوں کو بڑھا دیتا ہے۔ اس مرض کے نتیجے میں اعصابی نظام کو بھی نقصان پہنچتا

ذیابیطس کی شکایت سے قبل بلڈ شوگر میں اضافہ جسمانی پیچیدگیوں کو بڑھا دیتا ہے۔اس مرض کے نتیجے میں اعصاب کو نقصان پہنچتا ہے اوراس کے نتیجے میں آپ کے پیروں کو جھنجھناہٹ یا سن ہونے کا احساس معمول سے زیادہ ہونے لگتا ہے کہ ہوتا ہے۔پیشاب میں شکر کی زیادہ مقدار بیکٹریا کے افزائش نسل کا باعث بنتی ہے جس کے نتیجے میں مثانے کے انفیکشن کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ بار بار انفیکشن کا سامنے آنا فکرمندی کی علامت ہوسکتی ہے اوراس صورت میں ذیابیطس کا ٹیسٹ لازمی کرا لینا چاہئے کیونکہ یہ اس مرض میں مبتلا ہونے کی بڑی علامات میں سے ایک ہے۔

:10 خواتین میں جسم خصوصا پرائیویٹ پارٹ میں شدید خارش، چہرے پہ چھائیاں پہلی علامات ہیں جو کسی دوا سے ٹھیک نہ ہو رہی ہوں تو فوراً ذیابیطس کا ٹیسٹ کروانا چاہیے ہے۔

ذیابیطس کی اقسام

:1ذیابیطس کی پہلی قسم غدہ حلوہ یا لبلبہ(Pancreas میں موجود بیٹا خلیات(Beta cells) کی خرابی ہے جس سے انسولین کی مقدار میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔بیٹا خلیات میں خرابی تخصیت(T-cells) کا خودمناعی حملہ ہے۔اس کا علاج انسولین کا جسم میں ادخال اور دموی شکر کی سطح کی نگرانی ہے۔انسولین کی عدم موجودگی سے بعض اوقات شکری تیزابی دمویت(ketoacidosis) لاحق ہوجاتی ہے جو کوما یا موت کا سبب بن سکتی ہے۔اب علاج میں غذا اور جسمانی مشق کو بھی شامل کرلیا گیا ہے،تاہم یہ بیماری کی پیش رفت کو اُلٹ نہیں سکتے۔

:2ذیابیطس کی دوسری قسم انسولین کے خلاف مدافعت یا حساسیت اور انسولین کا کم اخراج ہے۔جسمانی بافتوں کا انسولین کے لیے استجابت(response) میں زیادہ تر خلوی جھلی(cell membrane) میں موجود انسولین حاصد(insulin receptor) کارفرما ہوتا ہے۔بیماری کے اوّلین مراحل میں، انسولین کے لیے استجابیت کم اور خون میں انسولین کی مقدار وافر ہوجاتی ہے۔اس صورت حال میں کئی ایسے اقدام اُٹھائے جاسکتے ہیں جس سے انسولین کے لیے استجابیت زیادہ یا لبلبہ کا پیداشدہ انسولین کی مقدار میں کمی واقع ہوسکتی ہے۔جیسے جیسے بیماری ترقی کرتی ہے،انسولین کی مقدار dose میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اور بالآخر انسولین کو طبّی طور پر جاگزینی (replacement) کی ضرورت پیش آجاتی ہے۔

:3حملی ذیابیطس(Gestational diabetes) کئی باتوں میں ذیابیطس کی دوسری قسم سے مشابہت رکھتا ہے۔اس میں انسولین کی قدرے کم اخراج اور استجابیت(responsiveness) شامل ہیں۔یہ تمام میں سے تقریباً 2 سے 5 فیصد حملات (pregnancies) میں واقع ہوتا ہے اور بچے کی پیدائش کے بعد بڑھتا یا غائب ہوجاتا ہے۔حملی ذیابیطس مکمل قابل علاج ہے تاہم حمل کے کل دورانیے میں محتاط طبّی نگرانی کی ضرورت ہوتی ہے۔اس کے زیر اثر خواتین میں سے 20 تا 50 فیصد خواتین بعد میں ذیابیطس کی دوسری قسم کا شکار ہوجاتی ہیں۔

اسے کیسے چیک کیا جاسکتا ہے؟

مختلف طرح کے گلوکو میٹر سے یا سینسر سے یہ بلڈ شوگر کی مسلسل نگرانی کرتے ہوئے ہر چند منٹ میں ریڈنگ فراہم کرتے ہیں۔اس کے لئے

3ہ آپ کی جلد کی نیچے ایک چھوٹا سا سینسر شامل کیا جاتا ہے یہ سینسر آپ کے بیچوالا گلوکوز کی سطح کی پیمائش کرتا ہے ا... والی ریڈنگ کو پیجر نما مانیٹر یا پھر آپ کے فون میں موجود کسی ایپ پر بھیجتا ہے اور ایک الارم کے ذریعے آپ کو مطلع کر...

اگرچہ اس میں ذیابیطس کی مانیٹرنگ کے لئے جلد کے نیچے سینسر چپ لگی ہوتی ہے پر پھر بھی آلے کو فعال بنانے کے لئے دن میں ایک یا دو مرتبہ اس میں بلڈ کا سیمپل دینا ہوتا ہے۔

فری اسٹائل لبرے سسٹم آپ کے بلڈ شوگر کو چیک کرنے کا ایک اور طریقہ ہے۔ اگرچہ اس طریقہ کار میں سی جی یم اور گلوکومیٹر کے ساتھ کچھ خصوصیات مشترک ہیں، لیکن اس میں انگلی سے خون لینے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

اب آپ بھی فری سٹائل ببرے کے ساتھ آپ کی جلد کے نیچے چھوٹا سا سینسر ڈالیں گے۔ یہ سی جی ایم سے مختلف ہے کہ آپ کو اس سے مسلسل ریڈنگ نہیں ملے گی۔ لیکن میٹر کے ساتھ رکھنے پر ریڈر پر ریڈنگ مل جائے گی جس سے آپ پنے بلڈ شوگر لیوں کو جانچ سکتے ہیں۔

پیشاب کا ٹیسٹ

ایک اور طریقہ گھر پر ذیابیطس چیک کرنے کا ہے وہ پیشاب کا ٹیسٹ ہے۔ اس میں پیشاب میں ٹیسٹ کی سٹرپس ڈال کر شوگر ٹیسٹ کی جا سکتی ہے۔ لیکن اس طرح آپ شوگر کے ہائی یا لو ہونے کی پیمائش نہیں کر سکتے صرف شوگر کی جانچ کر سکتے ہیں

یہ طریقہ کچھ آسان نہیں ان میں آپ کو ضرورت ہوگی ایک کنٹینر کی جس میں پیشاب جمع کیا جا سکے اور پیشاب بھی زیادہ دیر تک مثانے میں جمع نہ ہو تبھی صحیح تشخیص ممکن ہے۔

ایک صحت مند فرد کا کھانے سے پہلے شوگر لیوں 100 ایم جی ڈی ایل اور کھانے کے بعد 70 سے 140 ایم جی ڈی ایل سے کم ہونا چاہیے۔ اس کے مقابلے میں ذیابیطس کے آغاز یا پری ڈیبیٹیس کے شکار افراد میں کھانے سے قبل 80 سے 130 ایم جی ڈی ایل ور کھانے کے بعد 180 ایم جی ڈی یل ہونا چاہیے تا کہ وہ پیچیدگیوں سے بچ سکیں۔

لوگ اے ون سی 1 ٹیسٹ کے ذریعے 3 ماہ کے دوران اوسط بلڈ شوگر لیول کو بھی جان سکتے ہیں مگر یہ ٹیسٹ ڈاکٹر کے مشورے کے بعد ہی کرایا جانا چاہیے۔

چند ضروری باتوں کا جاننا ضروری ہے۔ آلے پر دی گئی ہدایات کو غور سے پڑھیں۔ بلڈ شوگر ٹیسٹ کرنے سے پہلے ہاتھ الکوحل یا ایسی کسی چیز سے نا دھوئیں جس میں الکوحل شامل ہو۔ سردی کے موسم میں خون کی گردش کو بڑھانے کے لئے ہاتھ گرم پانی سے دھوئیں یا ہاتھ گرم کریں۔

بار بار ایک ہی انگلی سے بلڈ کا سیمپل نہ لیں انگلی بدل بدل کر سیمپل لیں تا کہ انگلی کی حساسیت نہ بڑھے۔

اس کے علاوہ ہر بار تازہ لینسیٹ استعمال کریں۔ ایک ہی لینسیٹ بار بار استعمال کرنے سے انگلی میں تکلیف بھی ہو سکتی ہے۔

علاج

علاج

ہر قسم کی انسولین خون میں موجود گلوکوز کو جسم کے خلیات (cells) میں داخل ہونے میں مدد فراہم کرتی ہے جس سے خون میں گلوکوز کی مقدار کم ہو جاتی ہے اور خلیات کے اندر بڑھ جاتی ہے۔ خلیات گلوکوز کو توانائی حاصل کرنے کے لیے استعمال کرتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں گلوکوز خلیات میں وہی اہمیت رکھتا ہے جو پٹرول گاڑی کے انجن میں۔ جس طرح انسولین خون کی شوگر (گلوکوز) کم کرتی ہے بالکل اسی طرح انسولین خون کا پوٹاشیئم بھی کم کرتی ہے۔

انسان پر پہلی دفعہ انسولین 1922 میں کینیڈا میں استعمال ہوئی۔ ای کولائی (E. Coli) جراثیم میں انسان کے جینز (genes) داخل کر کے پہلی دفعہ انسانی انسولین 1978 میں بنائی گئی جسے genetically engineered انسولین کہتے ہیں۔ اس سے پہلے سور سے انسولین حاصل کی جاتی تھی کیونکہ سور کی انسولین انسان کی انسولین سے قریب ترین مشابہت رکھتی ہے۔ سور کی انسولین انسان کی انسولین سے صرف ایک امینو ایسڈ کا فرق رکھتی ہے جبکہ گائے کی انسولین تین امینو ایسڈ کا اختلاف رکھتی ہے۔

عام طور پر انسولین کی چار اقسام زیادہ استعمال ہوتی ہیں۔ بیشتر مریض روزانہ دو قسم کی انسولین استعمال کرتے ہیں۔

جلد اثر (Rapid-acting)۔ یہ بڑی جلدی خون میں پہنچ کر شوگر کم کرنا شروع کر دیتی ہے۔ اس کا محلول دیکھنے میں بالکل شفاف ہوتا ہے۔ یہ کھانا کھانے سے 15 منٹ پہلے لگائی جاتی ہے۔ کھانا کھانے سے جب شوگر بڑھتی ہے تو یہ اسے کنٹرول کر لیتی ہے۔ 30 منٹ سے 3 گھنٹوں تک اس کا بڑا اثر رہتا ہے مگر پھر کم ہونے لگتا ہے اور لگ بھگ 5 گھنٹوں کے بعد اس کا اثر ختم ہو جاتا ہے۔ چونکہ یہ 24 گھنٹوں تک شوگر کنٹرول نہیں کر سکتی اس لیے اسے کسی ایسی دوسری انسولین کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے جس کا اثر بہت دیر تک قائم رہے۔ اگر انسولین لگا کر کھانا نہ کھایا جائے تو خون میں شوگر بہت کم ہو جانے کی وجہ سے مریض بے ہوش ہو سکتا ہے۔

کم مدتی (Short-acting)۔ اسے ریگولر یا صرف R بھی کہتے ہیں۔ اس کا محلول بھی دیکھنے میں بالکل شفاف ہوتا ہے۔ اسے کھانا کھانے سے آدھا یا ایک گھنٹہ پہلے لگا لینا چاہیے۔ اس انسولین کا اثر 30 منٹ سے ایک گھنٹے میں شروع ہوتا ہے اور 2 سے 5 گھنٹوں تک نمایاں رہتا ہے۔ اس کے بعد اثر کم ہونے لگتا ہے اور لگ بھگ 8 گھنٹے بعد بالکل ختم ہو جاتا ہے۔ اسے بھی کسی ایسی دوسری انسولین کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے جس کا اثر بہت دیر تک قائم رہے۔

درمیانی مدتی (Intermediate-acting)۔ اسے NPH یا صرف N بھی کہتے ہیں۔ اس کا محلول دیکھنے میں شفاف نہیں ہوتا ہے بلکہ گدلا ہوتا ہے۔ اگر تھوڑی دیر یہ بے حرکت پڑی رہے تو بوتل میں شفاف محلول اوپر آ جاتا ہے جبکہ تلچھٹ نیچے بیٹھ جاتی ہے۔ اس لیے NPH انسولین کو سرنج میں بھرنے سے پہلے بوتل کو ہلکا سا ہلا لینا چاہیے تاکہ یہ ایک ہی محلول بن جائے۔ یہ شوگر کو فوراً کم نہیں کر سکتی مگر اس کا اثر دیر تک قائم رہتا ہے۔ اس کا اثر شروع ہوتے ہوتے ڈیڑھ سے چار گھنٹے لگتے ہیں، 4 سے 12 گھنٹوں تک بہت اچھا اثر رہتا ہے اور پھر کم ہوتے ہوتے 24 گھنٹوں میں ختم ہو جاتا ہے۔ عام طور پر یہ انسولین ہر 12 گھنٹوں کے بعد لگائی جاتی ہے۔ اگر R اور N دونوں انسولین ملا کر ایک ہی سرنج سے ایک ساتھ لگائی ہوں تو سرنج میں ہمیشہ پہلے R انسولین بھری جاتی ہے پھر N۔ زیادہ مدتی

زیادہ مدتی ((Long-acting۔ مثلاً Lantus۔ یہ بھی شوگر کو فوراً کم نہیں کر سکتی مگر دیر پا اثر رکھتی ہے۔ اس کا اثر ... گھنٹے میں شروع ہوتا ہے، آہستہ آہستہ بڑھتا ہے اور کئی گھنٹوں تک برقرار رہتا ہے اور پھر 24 گھنٹوں میں ختم ہو جاتا ہے ... یا دو بار لگائی جاتی ہے۔ انسولین اگر منہ سے کھا لی جائے تو آنتوں میں مکمل ہضم ہو جاتی ہے اور اثر کھو بیٹھتی ہے۔ 2006 میں دواساز کمپنی Pfizer نے یہی انسولین مارکیٹ میں پیش کی جسے انہیلر کی مدد سے سونگھا جا سکتا تھا۔ مہنگی ہونے کی وجہ سے فروخت تنی کم ہوئی کہ ایک سال میں ہی دواساز کمپنی نے اسے بنانا بند کر دیا۔

انسولین اپنی مونومر (monomer) حالت میں اثر رکھتی ہے۔ لیکن انسانی جسم اسے hexamer (6 مولیکیول کا پیکیج) بنا کر ذخیرہ کرتا ہے کیونکہ اس شکل میں انسولین زیادہ پائیدار (مگر غیر موثر) ہوتی ہے۔ ایسی غیر قدرتی انسولین جس میں معمولی ردوبدل کیا جا چکا ہو ہیکزامر نہیں بناتیں۔ ایسی انسولین بڑی جلدی اثر کرتی ہیں مثلاً ایکٹ ریپیڈ۔

شوگر کے مریضوں میں ہر کھانے کے بعد خون میں شوگر تیزی سے بڑھتی ہے اور اسے روکنے کے لیے تیزی سے اثر کرنے والی انسولین کی ضرورت ہوتی ہے۔ عام طور پر پورے دن میں لگنے والی انسولین کی لگ بھگ آدھی مقدار تیزی سے اثر کرنے والی انسولین کی ہوتی ہے جو دو یا تین کھانوں میں تقسیم ہو جاتی ہے اور باقی آدھی مقدار زیادہ مدتی انسولین کی ہوتی ہے جو دو حصوں میں 12 گھنٹوں کے وقفے سے لگائی جاتی ہے۔ مریض کے مرض کی شدت، کام کاج اور ورزش کے معمول اور کھانا کھانے کے معمول کے مطابق معالج اس میں ترمیم کرتے ہیں۔ بازار میں دستیاب بیشتر انسولین کو ایک ہی سرنج میں ملا کر استعمال کیا جا سکتا ہے مگر glargine انسولین (Lantus) کو دوسری انسولین سے نہیں ملایا جا سکتا کیونکہ اس کی پی ایچ 4 (تیزابی) ہوتی ہے۔ اس کے برعکس ریگولر انسولین (R کی پی ایچ 7.0 سے 7.8 اساسی) تک ہے۔ زیادہ تر مریضوں کو 0.7 سے ایک یونٹ فی کلوگرام فی دن انسولین کی ضرورت ہوتی ہے۔ یعنی اگر کسی مریض کا وزن 70 کلوگرام ہے تو اسے دن بھر میں کل ملا کر 50 سے 70 یونٹ انسولین کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن جب انسولین پہلی دفعہ استعمال کی جاتی ہے تو عام طور پر آدھی مقدار سے شروع کرتے ہیں اور خون میں شوگر چیک کر کے آہستہ آہستہ مقدار بڑھاتے ہیں یہاں تک کہ درست ڈوز پتہ چل جائے۔ کچھ مریضوں میں انسولین کے خلاف مزاحمت پیدا ہو جاتی ہے۔ ایسے مریضوں کو انسولین کی کافی زیادہ مقدار لگانے سے ان کی شوگر نارمل رہتی ہے۔ غذا کے ذریعے ذیابیطس پہ قابو ٹھیک ہے کہ ذیابیطس ایسا مرض ہے جو ایک بار لاحق ہو جائے تو پیچھا نہیں چھوڑتا اور اس کے نتیجے میں دیگر طبی مسائل کا سامنا ہوتا ہے۔

تاہم ذیابیطس سے بچاؤ یا لاحق ہونے پر اسے پھیلنے سے روکنا زیادہ مشکل نہیں اور طبی سائنس نے اس کے حوالے سے چند غذائی عادات پر زور دیا ہے۔

1: گھر کا کھانا

ہارورڈ اسکول آف پبلک ہیلتھ کی ایک حالیہ تحقیق میں یہ بات سامنے آئی کہ جو لوگ روزانہ گھر کے بنے کھانوں کو ترجیح دیتے ہیں (ہفتے میں کم از کم 11 بار) ان میں ذیابیطس کے مرض میں مبتلا ہونے کا خطرہ 13 فیصد کم ہوتا ہے۔ گھر میں بنے کھانے جسمانی وزن کو کنٹرول میں

:1 گر کھتے ہیں جو ذیابیطس کا خطرہ کم کرنے میں اہم کردار ادا کرنے والا عنصر ہے۔

:2اجناس

جو لوگ دیہ، گندم اور دیگر اجناس کا زیادہ استعمال کرتے ہیں ان میں ذیابیطس کا خطرہ 25 فیصد تک کم ہوتا ہے۔ یہ دعویٰ طبی 2 یدے جرنل ڈائیبٹولوجی میں شائع ایک تحقیق میں کیا گیا تھا۔

.3اخروٹ

امریکا کی ییلے یونیورسٹی کی ایک تحقیق کے مطابق اگر کسی شخص میں ذیابیطس کی تشکیل کا خطرہ ہو تو وہ تین ماہ تک روزانہ کچھ مقدار میں اخروٹ کا ستعمال کرے تو اس کی خون کی شریانوں کے افعال میں بہتری اور نقصان دہ کولیسٹرول کی سطح کم ہوتی ہے، اور یہ دونوں ذیابیطس ٹائپ ٹو کا باعث بننے والے عناصر ہیں۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ خروٹ کے استعمال سے جسمانی وزن میں ضافے کا خطرہ نہیں ہوتا اور انہیں کسی بھی وقت کھایا جا سکتا ہے۔

:4ٹماٹر، آلو اور کیلے

ان تینوں میں کیا چیز مشترک ہے؟ یہ سب پوٹاشیم سے بھرپور ہوتے ہیں اور ایک حالیہ تحقیق کے مطابق یہ منرل ذیابیطس کے شکار افراد کے دل اور گردوں کی صحت کو تحفظ فراہم کرتا ہے۔ پوٹاشیم سے بھرپور غذا کھانے سے گردے کے فعل میں خرابی آنا ست ہو جاتا ہے جبکہ خون کی شریانوں میں پیچیدگیوں کا خطرہ بھی کم ہوتا ہے۔

:5غذائی تجربات سے گریز

امریکا کی ٹفٹس یونیورسٹی اور ٹیکسس یونیورسٹی کی ایک حالیہ تحقیق میں یہ بات سامنے آئی تھی کہ جو لوگ کھانوں میں بہت زیادہ تنوع پسند کرتے ہیں ان میں میٹابولک صحت خراب ہوتی ہے اور موٹاپے کا خطرہ زیادہ ہوتا ہے۔ اس کے مقابلے میں جو لوگ مخصوص غذاؤں تک ہی محدود رہتے ہیں وہ عام طور پر صحت بخش کھانوں کا انتخاب کرتے ہیں اور اس طرح ان میں ذیابیطس کا خطرہ کم ہوتا ہے۔

:6دہی

روزانہ دہی کا استعمال ذیابیطس ٹائپ ٹو کا خطرہ اٹھارہ فیصد تک کم کر دیتا ہے اور یہ بات ہارورڈ یونیورسٹی کی ایک تحقیق میں سامنے آئی۔ محققین کے مطابق دہی میں ایسے بیکٹریا ہوتے ہیں جو انسولین کی حساسیت بہتر کرنے میں مدد دیتے ہیں، تاہم اس حوالے سے محققین نے مزید تحقیق کی ضرورت پر بھی زور دیا ہے، تاہم پھر بھی ان کا کہنا ہے کہ دہی کے استعمال سے نقصان کوئی نہیں ہوتا۔

:7بسیار خوری سے گریز

ذیابیطس کے شکار افراد کو اکثر کہا جاتا ہے کہ وہ دن بھر میں 6 بار کم مقدار میں کھانا کھائیں مگر زیادہ مقدار میں کم تعداد میں غذا زیادہ بہتر ثابت ہوتی ہے۔ چیک ریپبلک کی یک تحقیق کے مطابق کم مقدار میں زیادہ بار غذا کا استعمال کچھ اتنا فائدہ مند نہیں، اس کے برعکس تین بار میں پیٹ بھر کر کھا لینا بلڈ شوگر میں کمی لاتا ہے اور جسمانی وزن بھی متاثر نہیں ہوتا اور ہاں بھوک بھی محسوس نہیں ہوتی۔

8. پھل

جولوگ جوسز کی بجائے پھل خاص طور پر بلیو بیریز، سیب اور انگور کھانے کو ترجیح دیتے ہیں وہ بھی ہفتے میں کم از کم [illegible] بیطس ٹائپ ٹو کا خطرہ 23 فیصد تک کم ہو جاتا ہے۔ طبی جریدے بی ایم جے میں شائع تحقیق کے مطابق پھلوں کے جوس جتنے بھی صحت بخش قرار دیئے جائیں مگر وہ میٹابولزم امراض بالخصوص ذیابیطس کا خطرہ 21 فیصد تک بڑھا دیتے ہیں۔

9. کولڈ ڈرنک

کولڈ ڈرنکس یا میٹھے مشروبات کا روزانہ استعمال ذیابیطس کا مریض بننے کا خطرہ 26 فیصد تک بڑھا دیتا ہے۔ ہارورڈ یونیورسٹی کی ایک تحقیق کے مطابق میٹھے مشروبات کا استعمال محدود کرنا جسمانی وزن کو کنٹرول کرنے سمیت دل اور ذیابیطس جیسے امراض کی روک تھام میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔

مریض کو یہ بات یاد رکھنی چاہیے ہے کہ لبلبہ اپنا کام کرنا چھوڑ دیتا ہے تو دوبارہ کسی بھی طرح سے فعال نہیں ہو سکتا۔ اس لیے جو لوگ یہ دعوی کرتے ہیں کہ وہ کچھ دن یا ماہ تک
دوائی کے ذریعے ذیابیطس ختم کر سکتے ہیں سب غلط ہے۔ وہ آپکو دوا کے نام پہ سٹیرائڈز دیتے ہیں جو کچھ دن تک آپکو بہت چست اور تندرست رکھتے ہیں اور آپ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ بالکل تندرست ہو گئے ہیں۔ جبکہ سٹرائڈز کو ترک کرتے ہی کئی بیماریاں عود کر آتی ہیں خصوصاً موٹاپا۔ اور ان کے بعد کوئی دوا بھی اثر نہیں کرتی۔ اس لیے بہترین علاج یہی ہے کہ واک کی جائے۔ پرہیز کیا جائے۔ دوا پابندی سے کھائی جائے۔ اور شوگر کنٹرول کی جائے۔

نمونیا سے بچاؤ کا دن 12 نومبر

حمیرا علیم

نمونیہ شدید سانس کے انفیکشن کی ایک شکل ہے جو عام طور پر وائرس یا بیکٹیریا کی وجہ سے ہوتا ہے۔ یہ ہر عمر کے لوگوں میں جان لیوا بیماری کا سبب بن سکتا ہے۔ یہ دنیا بھر میں بچوں میں موت کی سب سے بڑی متعدی وجہ ہے۔ افریقہ میں دنیا میں نمونیا کا سب سے زیادہ پھیلاؤ ہے۔ وہ وائرس جو پھیپھڑوں اور ہیڑویز کو متاثر کرتے ہیں نمونیہ کا سبب بن سکتے ہیں۔
فلو (انفلوئنزا وائرس) اور عام زکام (رینو وائرس) بالغوں میں وائرل نمونیا کی سب سے عام وجوہات ہیں۔ سانس کی سنسیٹیل وائرس (RSV) چھوٹے بچوں میں وائرل نمونیہ کی سب سے عام وجہ ہے۔ نمونیا کی سنگینی ہلکے سے لے کر جان لیوا تک ہو سکتی ہے۔ یہ نوزائیدہ اور چھوٹے بچوں، 65 سال سے زیادہ عمر کے لوگوں، اور صحت کے مسائل یا کمزور مدافعتی نظام والے لوگوں کے لیے سب سے زیادہ سنگین ہے۔ ہلکے سے شدید تک کے عوامل پر منحصر ہے جیسے انفیکشن کا سبب بننے والے جراثیم کی قسم، اور آپ کی عمر اور مجموعی صحت۔ اس کی علامات اکثر نزلہ زکام یا فلو سے ملتی جلتی ہیں لیکن وہ زیادہ دیر تک رہتی ہیں۔ نمونیا کی علامات مندرجہ ذیل ہیں:
جب آپ سانس لیتے ہیں یا کھانسی کرتے ہیں تو سینے میں درد ہوتا ہے۔
ذہنی بیداری میں الجھن یا تبدیلیاں (65 سال اور اس سے زیادہ عمر کے بالغوں میں)
کھانسی جو بلغم پیدا کر سکتی ہے۔
تھکاوٹ
بخار، پسینہ آنا اور ٹھنڈ لگنا
عام جسمانی درجہ حرارت سے کم درجہ حرارت خصوصا 65 سال سے زیادہ عمر کے بالغ افراد اور کمزور مدافعتی نظام والے افراد میں۔
متلی، الٹی یا اسہال
سانس میں کمی
نوزائیدہ اور شیر خوار بچے انفیکشن کی کوئی علامت نہیں دکھا سکتے ہیں۔ انہیں الٹی ہو سکتی ہے بخار اور کھانسی ہو سکتی ہے۔ وہ بے چین، تھکے ہوئے اور نڈھال ہو سکتے ہیں۔ یا انہیں سانس لینے اور کھانے میں دشواری ہو سکتی ہے۔ نمونیہ ہلکے سے سنگین یا جان لیوا انفیکشن تک ہو سکتا ہے اور بعض اوقات موت کا باعث بھی بن سکتا ہے۔ بیماریوں کے کنٹرول اور روک تھام کے مراکز (سی ڈی سی) کے مطابق، 2015 میں

میں امریکہ میں 50,000 سے زیدہ افراد نمونیا سے ہلاک ہوئے۔اس کی چار اسٹیجز ہو سکتی ہیں۔ 1: سینے کی جکڑن
2: سرخ ہیپاٹائزیشن۔
3: گرے ہیپاٹائزیشن۔
4: تحلیل

نمونیہ زیدہ تر اس وقت پھیلتا ہے جب لوگ کھانسی، چھینک یا بات کرتے ہوئے سانس ہوا میں چھوڑتے ہیں۔جس میں دوسرے لوگ سانس لیتے ہیں۔کسی ایسی چیز یا سطح کو چھونے سے جس میں جراثیم موجود ہیں۔ناک یا منہ کو چھونے سے نمونیا ہو سکتا ہے۔

نمونیہ کا علاج آرام، اینٹی بائیوٹکس، اور سیال کی مقدار میں اضافہ پر مشتمل ہوتا ہے۔ان چیزوں کو اس وقت تک لینا چاہیے جب تک نمونیا کی علامات کم نہ ہونے لگیں۔نمونیہ کی وجہ پر منحصر ہے کہ ڈاکٹر اینٹی بائیوٹک کے بجائے اینٹی وائرل دوا تجویز کر سکتا ہے۔کام پر واپس جانے اور باقی سب کو متاثر کرنے کی کوشش نہ کریں۔جب تک بہتر محسوس نہ کریں آرام کریں۔تمباکو نوشی نہ کریں۔یہ صرف نمونیہ کو مزید خراب کرے گی۔اگر نمونیہ واقعی شدید ہے یا مریض کو صحت کا کوئی اور سنگین مسئلہ ہے۔تو ڈاکٹر تجویز کر سکتا ہے کہ مریض ہسپتال میں علاج کرائے۔

اس کے علاج میں 4 ہفتے لگ سکتے ہیں۔اس دوران سینے میں درد اور بلغم کی پیداوار میں کافی حد تک کمی ہونی چاہیے۔ کھانسی و رسانس لینے میں کافی حد تک کمی ہونی چاہیے۔زیادہ تر علامات کو ختم ہونا چاہئے۔لیکن مریض بہت تھکاوٹ محسوس کر سکتا ہے۔تین ماہ میں زیادہ تر لوگ معمول پر محسوس کریں گے۔

سینے کا ایکسرے اکثر نمونیہ کی تشخیص کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔خون کے ٹیسٹ، جیسے مکمل خون کی گنتی (CBC) یہ دیکھتے ہیں کہ آیا مدافعتی نظام کسی انفیکشن سے لڑ رہا ہے۔نبض کی آکسیمیٹری پیمائش کرتی ہے کہ خون میں کتنی آکسیجن ہے۔نمونیا پھیپھڑوں کو خون میں کافی آکسیجن حاصل کرنے سے روک سکتا ہے۔

سینے میں درد نمونیہ کی سب سے عام علامات میں سے ایک ہے۔سینے میں درد پھیپھڑوں کی تھیلیوں کے سیال سے بھر جانے کی وجہ سے ہوتا ہے۔اس سے درد پیدا ہوتا ہے جو بھاری پن یا چھرا گھونپنے کے احساس کی طرح محسوس کر سکتا ہے اور عام طور پر کھانسی، سانس لینے یا ہنسنے سے بڑھ جاتا ہے۔موسمی انفلوئنزا سے بچنے کے لیے ہر سال فلو کا شاٹ لیں۔فلو نمونیہ کی یک عام وجہ ہے اس لیے فلو کو روکنا نمونیا سے بچنے کا ایک اچھا طریقہ ہے۔کچھ لوگوں کو نیوموکوکل نمونیا کے خلاف ویکسین لگوانی چاہیے۔خصوصا 2 سال سے کم عمر کے بچے کو۔اور بچے کو اینٹی بائیوٹک کا کورس پورا کروانا چاہیے خواہ بچہ بہتر ہی کیوں نہ لگے تاکہ نمونیا دوبارہ نہ ہو۔پاکستان میں ہر سال 71000 بچے نمونیہ سے انتقال کر جاتے ہیں۔ 2022 میں پاکستان کا دنیا میں نمونیا سے ہونے والی اموات کا تیسرا نمبر ہے۔بھارت میں نمونیہ سے کل 174,000، نائجیریا میں 121000 لوگ مرے۔

عثمان غنی رانا

ایک سفر تین سبق

شادی ختم ہونے کو تھی۔ مجھے بھرا میلا چھوڑ دینے کی عادت ہے۔ چنانچہ میں نے چیدہ چیدہ اجازت نما ملاقات کی اور نکل آیا۔ ابھی چھ سات منٹ سفر طے کیا تھا کہ یکدم وہ ہوگیا جو کسی پراX کے ساتھ بھی نہ ہو۔

باX یک کا پچھلا ٹاX ر پنکچر ہوگیا۔ میں نے باX یک کو ساری جان کا زور لگا کر دھکیلنا شروع کیا۔ قریباً 300 میٹر چلنے کے بعد ایک پنکچر والی بند دوکان پر پہنچا وہاں ایک انکل معصوم سی چارپاX ی پر نیم دراز ٹانگیں دیوار کیساتھ ٹکاX دھواں چھوڑ رہے تھے۔ میں نے غور کیا تو دھواں انکی انگلی میں پھنسی سگریٹ کے کش سے نکل رہا تھا۔

میں نے ان سے پنکچر والے بھاX ی کا پوچھا انہوں بتایا وہ آٹھ بجے آX گا اور علی الصبح تک رہے گا۔ میں نے انہیں کال پر بلانے کیلیے نمبر ملا کر دیا لیکن ان صاحب نے آنے سے انکار کر دیا۔

اس دن مجھے پہلا سبق یہ ملا کہ بطور کم از کم دوکاندار، مکینک یا مستری وغیرہ اگر آپ شہر میں ہی ہوں اور آپکو بلانے کیلیے کال کی جاX تو ضرور مثبت جواب دینا چاہیے۔ تعاون کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے۔

وہاں سے مایوس ہو کر اب معلوم ہوا کہ کم و بیش 2 کلومیٹر مزید باX ک کو دھکیلنا ہے۔ اب یہ سارا راستہ بھی بالکل ٹوٹا پھوٹا اور انتہاX ی شکستہ تھا۔

میں نے اوسان جمع کیے اور دھکم پیل شروع کردی۔ اسی دوران مجھے مختلف خیالات آتے رہے کہ آج کX ی سالوں کے بعد ایسا کیوں ہوا۔ کبھی ذہن کسی طرف جاتا تو کبھی کسی طرف، اچانک مجھے ایک خیال آیا اور میری ساری تکان دور ہوگX ی۔

دراصل میں شادی کے لنگر شریف میں خوب ہاتھ صاف کر آیا تھا۔ جتنا میٹھا اور نمک میں ہڑپ کر آیا تھا غالب گمان تھا کہ شوگر لیول اور بلڈ پریشر خوب بڑھ چکا ہوگا۔ اب دیکھیں اللہ کی شان جب میں نے اڑھاX ی کلومیٹر باX ک کو دھکیلا تو اتنی انرجی استعمال ہوX ی کہ شوگر لیول بالکل اپنی متوازن سطح پر آگیا۔ جو کہ بعد میں چیک کر پر واقعی بالکل بہترین تھا۔

تو پھر میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اسکی حکمتوں پر سر بسجود ہوگیا۔

چنانچہ مجھے دوسرا سبق یہ ملا کہ جو ہوتا ہے یقیناً مالک کریم کی طرف سے کسی اچھے کیلیے ہوتا ہے۔

تیسرا سبق میں نے یہ حاصل کیا کہ اگر ہم مالک کریم کی حکمتوں پر اپنا تیقن پختہ کریں تو پھر بڑی سے بڑی مشکل بھی چھوٹی پڑ جاتی ہے اور وقت گزر جاتا ہے۔

احباب گرامی!

اس پر مشقت سفر کے دوران ایک بزرگو ر بھی سا تھ تھے انہیں کیا سبق ملا وہ آپ اندازہ لگا کر تا※ یں۔

بچھڑے ابھی تو ہم بس کل پرسوں

جیوں گی میں کیسے اس حال میں برسوں

موت نہ آئی

موت نہ آئی تری یاد کیوں آئی

لمبی جدائی

چار دناں دا پیار او ربا

بڑی لمبی جدائی

لمبی جدائی

ہونٹوں پہ آئی

ہونٹوں پہ آئی میری جان دہائی

لمبی جدائی

ٹوٹے زمانے تیرے ہاتھ نگوڑے

جن سے دلوں کے تو نے شیشے توڑے

ہجر کی اونچی

ہجر کی اونچی دیوار بنائی

ہے لمبی جدائی

چار دناں دا پیار او ربا

بڑی لمبی جدائی

لمبی جدائی

باغ اجڑ گئے کھلنے سے پہلے

کویل کی کوک

کویل کی کوک نے ہوک اٹھائی

ہے لمبی جدائی

چار دناں دا پیار او ربا

بڑی لمبی جدائی

لمبی جدائی

شاعر آنند بخشی

کیسے کیسے نگینے نظروں سے اوجھل ہو چکے ہیں۔اس کو دو تین بار با آواز پڑھیں گے تب ہی اس کا احساس ہوگا کہ کیا چیز ہے۔

ایک نظم

غصہ مت کر، غصہ پی

پی پی پی، پی پی پی، پی

سچ کھائے شکر گھی

گھی گھی گھی، گھی گھی گھی، گھی

جھوٹا جھینپ کے رہ جائے

ہی ہی ہی، ہی ہی ہی، ہی

یوں ہنسنا ہے سخت برا

کھی کھی کھی، کھی کھی کھی، کھی

گندی باتوں سے رہ دور

چھی چھی چھی، چھی چھی چھی، چھی

ایک خدا ہے، ہے نا ایک

جی جی جی، جی جی جی، جی

مائل خیرآبادی

تاریخ ساز رسالہ خاتون مشرق کی مدیرہ، معروف افسانہ نگار۔شاعرہ، صحافی چشمہ فاروقی

پندرہ روزہ نور رام پور ستمبر اول 1958ء

آج 10 نومبر۔۔

تاریخ ساز رسالہ خاتون مشرق کی مدیرہ، معروف افسانہ نگار۔شاعرہ، صحافی چشمہ فاروقی کا یوم ولادت ہے

پورا نام چشمہ فاروقی، قلمی نام بھی چشمہ فاروقی ہی ہے۔والد کا نام جناب توفیق فاروقی صاحب مرحوم، والدہ کا نام محترمہ سائرہ بیگم صاحبہ ہے۔ 10 نومبر کو اپنے آبائی وطن دہلی میں پیدا ہوئیں

شریک سفر۔جناب شہزاد فاروقی صاحب ہیں۔ان کی تعلیم بی۔اے بی ایڈ۔ڈپلومہ ان جرنلزم ہے

وہ مانتی ہیں کہ قلم کار کا کوئی پیشہ نہیں ہوتا وہ خاتون مشرق اور روپ کی شوبھا کی ایڈیٹنگ کرتی ہیں اور فی الحال ملت ٹائمس کے ویب پورٹل میں سب ایڈیٹر ہیں

تصنیفات:

ٹوٹے پتے۔کشمکش زندگی۔سوچ کی لہریں افسانوی مجموعے ہیں

پہلی اشاعت بقول ان کے انہیں یاد نہیں۔پرتاپ اخبار میں اشعار سے شروعات کی۔

اعزازات: ادبی دنیا میں باجی پکارے جانا کسی اعزاز سے کم نہیں ہے

ایوارڈ:۔ پہلا حیات اللہ انصاری ایوارڈ لکھنؤ سے محترمہ شہناز سدرت صاحبہ کی جانب سے ملا۔

پیشکش۔۔۔سلمی صنم

معروف افسانہ نگار، صحافی اور شاعرہ چشمہ فاروقی کے یوم ولادت پر پیش خدمت ہے ان کا نمونہ کلام اور افسانہ

حمد --------

اس کو ہر شے میں نظر آتی ہے قدرت تیری

جس کی بنیاد میں شامل ہے عنایت تیری۔

وہ تری ادا سے غافل نہیں ہوگا ہرگز

دل میں رکھتا ہے جو اللہ محبت تیری۔

منزلیں بڑھ کے قدم چوم لیا کرتی ہیں

جس کو مل جائے مقدر سے ہدایت تیری۔

لاکھ سامان مسرت ہوں مہیا ہم کو

ہے مگر طالب احساں یہ خلقت تیری۔

کیوں نہ مہکائے زمانے کو گلستاں کی فضا

غنچے غنچے کے تبسم میں ہے نکہت تیری۔

کھولے رکھتا ہے ہمیشہ ہی خزانے اپنے

جانتا کوئی نہیں کتنی ہے نعمت تیری۔

نعت احمد سے ہے پہچان مری عالم میں

خوب چشمہ پہ ہے یارب یہ عنایت تیری۔

اے رب ذوالجلال ہے میری خطا بلند

لیکن خطا سے بڑھ کے ہے تیری عطا بلند۔

آنکھیں جھکی ہوئی ہیں سروں پر حجاب ہے

کردار منفرد ہے، جو ہم نے رکھا بلند۔

موتی جھلک رہے ہیں جو شبنم کے، اوٹ سے

پھولوں سے گلستاں کی ہوئی ہے فضا بلند۔۔

حسن و جمال، چاند ستاروں کا تذکرہ

اس داستانِ شوخ میں سب کچھ کہا بلند۔۔

کس کا لہو فضاؤں میں پھیلا ہے ہر طرف

بدلی سے ہو رہا ہے جو رنگِ حنا بلند۔۔۔

ٹوٹے ہوئے دلوں کو غزل میں سجا دیا

شیشہ گری میں چشمہ ہے اس کی ادا بلند۔۔

(3)

احساس دیکھئے مرے اشعار دیکھئے

کیا کہہ رہی ہے آپ سے فنکار دیکھئے،

ذرے میں حسن مطلع انوار دیکھئے

الفاظ کی تراش کا شہکار دیکھئے،

تمثیل بن گئی ہو جہاں حسن کی کشش

یوسف کے ساتھ مصر کا بازار دیکھئے،

اہل شعور، اہل نظر آپ ہیں تو پھر

کیا کہہ رہی ہے وقت کی رفتار دیکھئے،

اہل ستم کے جبر و تشدد کے باوجود

حق بولتا ہے اب بھی سر دار دیکھئے،

تابانیوں میں اس طرح گم ہو گئی حیات

چشمہ بھی ہے یہاں پہ گنہ گار دیکھئے،

(4)

فتنے اٹھیں گے تو پیغام تباہی دیں گے
اور تاریک فضاؤں کو سیاہی دیں گے،
میں نے یہ بات خواب میں سوچی بھی نہ تھی
میرے اپنے ہی مخالف کی گواہی دیں گے،
کون سی راہ ترے در پہ لے جائے گی
یہ پتہ راہ تمنا کو وہ راہی دیں گے،
آپ چاہیں تو ہمیں بھول بھی جائیں لیکن
حال دل ہم تو کسی روز سنا ہی دیں گے،
اور نکھرے گی تبھی درودرسن کی عظمت
سر کو حق بات پہ جب حق کے سپاہی دیں گے ،
صرف اپنوں کی شرارت ہے تباہی میں یہاں
آپ کس کس کو یہ الزام تباہی دیں گے،
بے نیازی کا یہ عالم ہے تو ایک دن چشمہ
میرے دل کو وہ تڑپ صورت ماہی دیں گے،

(5)

مردہ ہو جاتے ہیں دل موت سے ڈرنے والے

زندہ رہتے ہیں تیرے نام پہ مرنے والے۔

کون سچائی سے منہ پھیر کے جی سکتا ہے

منزلیں پاتے ہیں حق رہ سے گزرنے والے۔

حادثے جب نیا کردار وضع کرتے ہیں

انقلاب آتے ہیں دنیا میں نکھرنے والے۔

گھاؤ تصویر کا ہوتا تو کوئی بات نہ تھی

زخم الفاظ کے یوں ہی نہیں بھرنے والے۔

تم بدل سکتی ہو اس دور کا نقشہ کوئی

خود تو چشمہ نہیں حالات بدلنے والے۔۔

افسانہ--محسن-چشمہ فاروقی

اپنے ہمدرد کو آتا دیکھتے ہی اس کے چہرے پر رونق آ گئی۔اور وہ دوڑ کر اس کا استقبال اپنے انداز میں کرنے لگا۔آنے والے نے بھی اس کے قریب بینچ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔آجا آجا، میرے دوست، میری جان بچانے والے آجا۔دیکھ آج میں تیرے لیے کیا لایا ہوں۔یہ مرغ مسلم X بغیر گھی کی روٹی یہ چاول اور یہ دودھ شاباش آجا دونوں مل کر خوب سیر ہو کر کھائیں گے۔بہت ہو چکا یہ پرہیزی کھانا-اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت ہم کیوں نہ کھائیں آخر کب تک کوئی پرہیز کرے یار آخر پرہیز کی بھی کوئی حد ہوتی ہے-تین سال سے بھی زیادہ گزر گئے ان چیزوں کو کھائے ہوئے بلکہ ان کی طرف دیکھا بھی نہیں آجا چل شاباش پہلے تو کھا لے پھر تجھے دوائی پلاؤں گا۔اور پھر تیرے زخموں پر بھی مرہم پٹی کر دوں گا-اس کا محسن اس کے قریب آکر بیٹھ گیا-اور جو کچھ بھی کھانا اس کے سامنے سجایا گیا تھا خاموشی سے مگر جلدی جلدی کھانے لگا اسے یوں کھاتا دیکھ کر ہمدرد انسان بولا-یار X یہ بیماریاں بھی بڑی عجیب طرح کی ہوتی ہیں-اب دیکھ نا ہم دونوں ایک ہی بیماری کے شکار ہیں-تجھے تو پتہ نہیں کہ اس بیماری نے تجھے کب پکڑا-مگر میں پچھلے کئی سالوں سے اس قدر پریشان تھا کہ کیا بتاؤں اس سے چھٹکارا پانے کے لیے میں نے جو کچھ بھی کیا وہ تو بھی جانتا ہے اور یہاں کے رہنے والے لوگ بھی-یہ تو اچھا ہے دوست کہ نہ تجھے شوگر ہے اور نہ مجھے ورنہ پتہ نہیں کب یہ مرض ٹھیک ہوتا ور ہوتا بھی یا نہیں-سچ بتاؤں۔شوگر کے مریضوں کو دیکھتا ہوں تو ن پر بڑا ترس آتا ہے بے چارے پانی پی کر اور ہوا کھا کر ہی جی رہے ہیں-کیوں؟ ٹھیک کہہ رہا ہوں یا نہیں--رے بھئی دیکھ نا جہاں کسی کو شوگر ہوئی کہ وہاں اس کی میٹھی ہر چیز بند چاہے سبزی ہو چاہے پھل ہو یا دیگر کوئی بھی اشیاء-چاول بند-الو بند چائے بند-چینی بند ہر وہ چیز جس میں میٹھے کی ذرا سی بھی امید ہے مکمل طور پر بند کر دینی پڑتی ہے-میں تو دعا کرتا ہوں اے اللہ اس مرض سے سب کو دور رکھے-ارے یار کم سے کم بول آمین تو بول-اوہ میں تو بھول ہی گیا کہ تو تو پیدائشی گونگا ہے-تیرا کھانا ہو گیا اب تو ذرا سستا لے پھر دودھ کے ساتھ گولیاں ملا کر دے دیتا ہوں جب تک تجھے مرہم لگا دوں۔آجا۔دیکھ ماشاءاللہ تیرا زخم کتنا سوکھ گیا ہے دیکھ مجھے دیکھ اب میرے زخم بھی بھرنے لگے ہیں یہ شاید تیری خدمت کرنے کا ہی نتیجہ ہے۔کہ میں بھی اب تیری طرح آرام محسوس کرنے لگا ہوں-پھر اس نے اپنے بیگ میں سے دوائیں اور مرہم نکالا پھر دستانے پہن کر اپنے محسن کے جسم پر آہستہ آہستہ مرہم لگانے لگا۔اس کے بعد دودھ میں دوا ملا کر اسے دیتے ہوئے کہا اب اسے پی لے۔پیٹ بھرا ہونے کی وجہ سے پہلے تو اس نے انا کانی کی۔پھر اس کے اصرار اور دولار کرنے پر سارا دودھ پی گیا۔جب وہ دودھ پی چکا۔تو اس نے اس کا منہ ہاتھ میں لے کر کہا پیٹ بھر کر کھا یہ دوا بھی پی لی۔اب گھر جا کر آرام کر میں رات کو پھر آؤں گا۔گھر کے باہر مت نکلنا ورنہ پھر انفیکشن ہو جائے گا اور تکلیف پھر بڑھ سکتی ہے۔سمجھ گیا نہ؟ چل اب میں چلتا ہوں یہ کہہ کر وہ چلنے لگا تو محسن نے بے معنیٰ اس کے ساتھ چلنے کی کوشش کی تو اس نے اسے ڈانٹا ارے چل جا گھر میں میرے ساتھ آنے کی ضرورت نہیں ہے یہ کہہ کر اسے گھر میں دھکیل دیا۔محسن اسے ناراض نظروں سے

محسن اسے ناراض نظروں سے دیکھنے لگا اور پھر گھر میں چلا گیا اس کے جانے پر ہمدرد انسان نے دستانے بیگ میں رکھے اور آپ نے گھر کی طرف چل پڑا اسے پچھلے کئی برسوں سے کھجلی کی بیماری ہوگئی تھی اور اس کا سارا جسم زخمی ہوگیا تھا اتنا کہ وہ کپڑے تک کے لیے مجبور ہوگیا اور گھٹنے سے کمر تک کا کپڑا یا تولیہ لپیٹ کر وہ گھر میں قید سا ہوگیا۔ شہر کا ایک ڈاکٹر ایسا نہیں بچا جس سے اس نے علاج نا کرایا ہو۔ اچھے اچھے ڈاکٹر علاج نہ کر سکے اس سے وہ تنا دل برداشتہ ہوگیا کہ اس نے خودکشی کرنے کی ٹھان لی۔ اس کے گھر والے بھی بے حد پریشان تھے ہسپتال میں رہنے کے بعد بھی وہ شفایاب نہیں ہوا۔ اس کی بیماری کی وجہ سے گھر میں اس کی ہر چیز علیحدہ کر دی گئی۔ اس بیماری نے اس کی نوکری پر بھی اثر ڈالا- شروع میں تو بیماری کی چھٹی پر گھر میں رہا اور پھر ایسا ہوا کہ نوکری بھی چلی گئی- اللہ کا بہت کرم ورنہ ہی، ورنہ ہی وراور اور وفضل تھا کہ کھاتے پیتے گھر کا چشم و چراغ تھا- اس کی نگہبانی کرنے والے کئی لوگ تھے- جن میں اس کی بیوی پیش پیش تھی- ایسی حالت میں دونوں اولاد کی دولت سے بھی محروم تھے- اس کے گھر والوں کے ساتھ اس کی سسرال والے بھی اس کی صحت کے لئے پریشان تھے۔ اس کے لیے دونوں خاندان دعا گو رہتے تھے۔ بیوی بھی باوفا اور خدمتگزار لی تھی۔ اس کی خدمت میں دن رات لگی رہتی۔ اس کی تیمارداری میں کمی نہیں دی۔ اور نہ ہی اپنی محبت میں کوئی کمی آنے دی۔ ایک مشرقی عورت کا اس سے بڑا ظرف کیا ہوگا۔ کہ وہ اپنے شوہر کا ہر حال میں ساتھ دے۔ اسے ان کی خدمات، محبت اور شفقت کا پوری طرح احساس تھا لیکن اپنی تکلیف اور بیماری کو وہ بہتر جانتا تھا اور اس بڑھتی ہوئی بیماری نے اسے خودکشی جیسے گناہ پر اکسایا۔ اور پھر ایک دن سمندری علاقے میں جا کر بھری دوپہر میں پانی میں چھلانگ لگا دی۔ اس کے پانی میں کودتے ہی ایک اور نے بھی اس کے پیچھے چھلانگ لگا دی اسے بچانے کے لئے۔ وہ شاید اس کے ارادے کو بھانپ چکا تھا۔ اور یہ بات اچھی طرح جانتا تھا کہ اس طرف کوئی تیرنے بھی نہیں آتا۔ اس نے بڑی مشکل سے اور قدرت کی بخشی حکمت عملی سے بچا لیا۔ وہاں موجود کچھ لوگوں نے جب یہ سب دیکھا تو پہلے اس کے پیٹ کا پانی نکالا اور جب اس کے جسم کو دیکھا تو گھن کھا کر پیچھے ہونے لگے۔ ایک عورت زور سے چلائی مرد ہو کر خودکشی کرتا ہے شکر کر اس گونگے نے تجھے بچا لیا۔ سب بولے واہ گونگے تو نے تو کمال کر دیا آخر تیرا ہی بھائی ہے نا۔ اور سب چلے گئے سب کے جانے کے بعد اس کا محسن اس کے پاس بیٹھا رہا۔ تب وہ بھڑک اٹھا۔

کمبخت تو نے مجھے کیوں بچایا کیوں مرنے نہیں دیا؟ پھر جب اپنے بچانے والے کے جسم پر اس کی نظر پڑی تو وہ کراہتیں ہوئے بولا ارے! تو تو مجھ سے بھی زیادہ بری حالت میں ہے پھر بھی تو نے مجھے بچا لیا۔۔ کیا یہی رہتا ہے؟ مگر کس کے پاس۔ کون تجھے دیکھتا ہے؟ مجھے دیکھنے والے تو بہت ہیں۔ پر تیری تیمارداری کون کرتا ہے، کسی ڈاکٹر کو بھی نہیں دکھایا ہوگا۔ اوہ خدا---- یہ تیرا کیسا انصاف ہے میرے لیے میری خدمت کے لیے گھر بھرا ہے۔ مگر اسے کون دیکھتا ہوگا۔ یہ تو منہ سے کچھ کہہ بھی نہیں سکتا۔ استغفر اللہ۔ معاف کرنا میرے خدا۔ میں بھول گیا نگہبانی کرنے والا تو تو ہے۔

اے اللہ میرے اس قدم کو معاف کر کہ میں نے گناہ کے لیے سوچا اور سے عملی جامہ پہنایا پھر اس کے ذریعے تو نے مجھے بچایا شاید اس کی تیمارداری کے لیے ہاں ہاں ایسی بات ہے۔

اس دن کے بعد سے وہ اپنے ساتھ اپنے محسن کا بھی علاج کروانے لگا۔ صبح شام اس کی تیمارداری کرنا اور اس بے سہارا کو دونوں وقت کھانا کھلانا اب اس کی ذمہ داری میں شمار ہو چکا تھا۔ اور وہ یہ سب کچھ کیوں نہ کرتا آخر وہ اس کا محسن تھا اور اس کی جان بچائی تھی۔ اور اس تیمارداری کی وجہ سے اللہ کو بھی اس پر رحم آ گیا تھا۔ کیوں کہ اپنے محسن کے ساتھ وہ بھی صحت یاب ہونے لگا تھا۔

کبھی کبھی ناکردہ گناہ کی سزا بھی اللہ تعالیٰ دنیا میں دکھاتا ہے۔ اس وقت بھی اگر نیک کام کی ترغیب انسان اپنائیں تو اس کا اجر نظر آنے لگتا ہے۔ اور ایک دن ان کی زندگی میں وہ وقت بھی آیا۔ کہ ان دونوں نے خدمت تیمارداری اور دعاؤں سے شفا حاصل کر لی۔ اب ہمدرد انسان اچھے کپڑے پہننے لگا وہیں اس کے محسن کا حسن بھی ظاہر ہونے لگا۔ اسی خوشی میں اس نے اپنے محسن سے ایک دن کہا دوست یہ ضرور میرے کسی بڑے گناہ کی سزا تھی جو مجھے مل گئی۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اس بیماری سے چھٹکارا دے دیا۔ آؤ اب تم اس گھر میں نہیں رہو گے ہمارے ساتھ ہمارے گھر کے باہر اچھے گھر میں رہو گے جہاں تمہیں آرام ملے گا چلو گھوم پھر کر آتے ہیں۔ مگر مجھے اب چھونے کی کوشش مت کرنا۔ ورنہ نماز پڑھنے کے لیے غسل کرنا ہوگا۔ یہ کہہ کر اس نے اپنے محسن کو چمکارا اور پھر وہ گونگا محسن اس کے ساتھ اس کے آگے پیچھے دائیں بائیں اچھلتے کودتے اور دم ہلاتے ہوئے چلنے لگے۔

موبائل بیچنے سے قبل چنداحتیاطی تدابیر

حامد حسن

موبائل بیچنے سے قبل چنداحتیاطی تدابیر۔۔۔خاص کرخواتین کے لئے انتہائی اہم ہدایت

یہ بات ذہن نشین کریں کہ موبائل انٹرنل میموری، میموری کارڈ، ہارڈ ڈرائیو، یو ایس بی وغیرہ سے مکمل طور پر ڈلیٹ شدہ ڈیٹا ریکور ہوجاتا ہے جتنی بار مرضی میموری کارڈ وغیرہ کو فارمیٹ کرلیں لیکن ڈیٹا ریکور ہونا ناممکن نہیں ہے گر میموری کارڈ ٹوٹ بھی جائے تو میموری چپ (جو پیلے رنگ کے نشان ہوتے ہیں وہ اگر ٹھیک ہوں تو پھر بھی ڈیٹا ریکور کیا جاسکتا ہے ہائی سیکورٹی ریکوری ٹولز سے)۔۔۔بہت سے ایسے میتھڈز اور طریقے ہیں جن سے ڈیڈ ڈیٹا تک ریکور کیا جاسکتا ہے سی طرح کمانڈ پرومیٹ ورہیکنگ سافٹ ویئر کے ذریعے ورا۔ی کئی کوڈنگز ہیں جن کے ذریعے میموری بیس کو کریک کر کے ڈیٹا نکالا جاسکتا ہے اس لئے ڈیٹا کے حوالے سے بہت زیادہ احتیاط کیجئے۔۔۔

پہلی غلطی

بہت سے لوگوں کے موبائل خراب ہوجاتے ہیں، موبائل پانی وغیرہ میں گرجاتا ہے یا کوئی مسئلہ ہوجاتا ہے تو وہ کسی بھی جانے انجانے کاریگر کے حوالے کردیتے ہیں یا خاص کرخواتین کے موبائل میں کوئی ایشو آجائے تو وہ موبائل کو اسی طرح ریپیرنگ کاریگر کے حوالے کردیتی ہیں اور یہ چیز بہت دفعہ زندگی کی سنگین غلطی ثابت ہوتی ہے۔۔۔

ہوتا کیا ہے کہ موبائل میں کوئی ایشو ہوا تو اسی طرح ریپیرنگ والے کے پاس لے جاتے ہیں وروہ لوگ سب سے پہلے دیکھتے ہیں کہ موبائل مرد کا ہے یا خاتون کا اگر خاتون کا ہوا تو فوراً ان کے شیطانی ذہن میں یہی آتا ہے کہ لازمی اس میں بہت سی پرسنل تصاویر اور ویڈیوز ہوں گی وہ موبائل کل پرسوں لے جانے کا کہہ کر سب سے پہلے کمپیوٹر کے ساتھ کیبل لگا کر ڈیٹا نکالتے ہیں۔۔۔

اگر ایسا کوئی مسئلہ ہوجائے تو کوشش کریں کہ لیپ ٹاپ کمپیوٹر کے ساتھ ڈیٹا کیبل لگا کر چیک کریں بہت بار ایسا ہوتا ہے موبائل میں ظاہری کوئی مسئلہ ہوتا ہے لیکن موبائل فائلز کو لیپ ٹاپ وغیرہ پر کھولا جاسکتا ہے اس صورت میں ایسا کریں کہ وہاں سے سارا ڈیٹا اپنے لیپ ٹاپ میں منتقل کرلیں۔۔۔اگر ایسا نہیں تو پھر کسی قابل اعتماد اور جاننے والے ریپیرنگ کاریگر کو ہی چیک کروائیں۔۔۔بہت بار اسی ڈیٹا کی بنیاد پر بلیک میلنگ اور بیسیوں واقعات ہوچکے ہیں بدخصلت اور کمینے لوگ اس ڈیٹا کے بدلے بہت سے معاملات میں پڑتے ہیں اور دوسروں کی زندگیاں تباہ کردیتے ہیں۔۔۔

اسی طرح ایک اور بہت سنگین غلطی کہ میموری کارڈ، یو ایس بی، ایکسٹرنل ہارڈ ڈرائیو کمپیوٹر اٹھاتا نہیں یا کارڈ موبائل میں چلتا نہیں تو یہ سمجھ جاتا ہے کہ یہ کارڈ بے کار ہو گیا ضائع ہو گیا اور اس کارڈ کو ایسے ہی پھینک دیا جاتا ہے ایسا کبھی نہ کریں کیوں کہ کارڈ خراب ہو جائے یا سکریڈ ہو جائے تو ایسے کارڈ کو چند مخصوص کمانڈ پرومپٹ کے زریعہ چند کوڈز کی مدد سے ٹھیک کیا جا سکتا ہے اس لئے کبھی ایسا کارڈ پھینکنے کی غلطی مت کریں بلکہ اس کارڈ کو جلا دیں یا ٹکڑے ٹکڑے کر دیں۔۔۔

اس لئے اگر آپ کے پاس سمارٹ فون یو ایس بی یا ہارڈ ڈرائیو جس میں گھریلو تصاویر و ویڈیوز یا کوئی اہم ڈیٹا ہے تو اس ہارڈ ڈرائیو کو کبھی مارکیٹ میں فروخت نہ کریں۔۔۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اپنے سمارٹ فون کی میموری میں گھر کی تصاویر بھول کر بھی نہ رکھیں گر رکھنی ہی ہوں تو الگ سے میموری کارڈ میں اور اس میں رکھیں اور وہ میموری کارڈ پھر کبھی کسی کو نہ دیں اور نہ ہی اس کو فروخت کرنا ہے ایسے میموری کارڈ کو جلا دیں، یا ٹکڑے ٹکڑے کر کے پھینک دیں لیکن کسی کو دینا نہیں ہے بس۔۔۔

آج کل اکثر موبائلز میں میموری کارڈ کا آپشن ہی ختم کر دیا گیا ہے یعنی موبائل کی انٹرنل میموری اتنی بنا دی گئی ہے کہ اب میموری کارڈ کی ضرورت ہی نہیں رہی۔۔۔ مگر یہی انٹرنل میموری بہت زیادہ نقصان دہ اور خطرناک بھی ہے اور ایسے موبائلز جن میں انٹرنل میموری اور بیٹری وغیرہ سب فکس ہیں ان سے ڈیٹا ریکور کرنا انتہائی آسان اور ممکن ہے۔۔۔ اگر اس طرح آپ کے موبائل کی انٹرنل میموری میں تصاویر ہوں تو پھر احتیاط اسی میں ہے کہ وہ موبائل کبھی فروخت نہ کریں۔۔۔

ایک بات یہ ذہن نشین کر لیں کہ موبائل سے ڈیٹا ریکور کرنے یا ٹریش فنیش کرنے وغیرہ کے جتنے سافٹ ویئر یا ایپس ہیں اکثر وہ ایپس بھی اسی مقصد کے لئے استعمال کی جاتی ہیں ہم سمجھتے ہیں کہ یہ ایپ معاون ہیں مگر وہی ایپس درحقیقت بیڑہ غرق کرنے کے لئے بنائی گئی ہیں ۔۔۔ اگر خدانخواستہ موبائل فروخت کرنے کی نوبت آ بھی چکی ہے تو پھر کوشش کریں کہ اپنے کسی قریبی کو فروخت کریں یا اپنے کسی قابل اعتماد بندے کو کہیں کہ اپنے حلقہ احباب میں کسی با اعتماد بندے کو بیچیں۔۔۔

احتیاطی تدابیر

اگر خدانخواستہ موبائل بیچنا ہی پڑ جائے اور موبائل کی انٹرنل میموری میں ذاتی ڈیٹا موجود ہے تو پھر فروخت سے قبل کچھ کام کریں۔۔۔ پہلے تو یہ کریں کہ ایک بار موبائل سے تمام ڈیٹا ڈیلیٹ کریں کمپیوٹر میں ڈیٹا کیبل سے لگا کر موبائل ڈرائیو کو فارمیٹ کریں۔۔۔ پھر اس موبائل کو فیکٹری ریسیٹ کریں دوبارہ آن کر کے اس میں موبائل سے چند منٹس کی کچھ رینڈم ویڈیوز اور تصویر بنائیں جن کی سائز زیادہ ہو اسی طرح کچھ رینڈم فائلز وغیرہ بھی ڈالیں کوشش کریں موبائل کا کیمرا آن کر کے موبائل زمین یا ٹیبل پر رکھ کر بلینک ویڈیوز فل ایچ ڈی میں

بنائیں چونکہ ایچ ڈی ویڈیوز کا سائز زیادہ ہوتا ہے تو چند ویڈیوز سے موبائل سٹوریج فل ہو جائے گی۔۔۔اس موبائل کو دوبارہ فیکٹری ری سیٹ کر دیں اگر ممکن ہو تو یہ پراسس دو تین بار کریں۔۔۔تا کہ اگر کوئی سر توڑ کوشش سے ڈیٹا ریکور کرنے کی کوشش کرے بھی تو پہلے یہی رینڈم ڈیٹا ریکور ہو۔۔۔یہ ایک احتیاط ہے بس باقی زیادہ بہتر تو یہی ہے کہ ایسا موبائل فروخت کیا ہی نہ جائے توڑ دیں جلا دیں یا پھر پارٹس نکال کر فروخت کر دیں۔۔۔

یاد رکھیں۔۔۔

ٹیکنالوجی جتنی زیادہ ترقی کرے گی جتنی زیادہ گیجٹس زیادہ ہوں گی بہت سی برائیاں بھی جنم لیں گی اور بہت سے مسائل پیدا ہوں گے۔۔۔ اپنی پرائیویسی اور عزت اسی میں ہے کہ ہر معاملے کی دیکھ بھال کی جائے ہر چیز کو پرکھا جائے۔۔۔جو بھی ٹیکنالوجی اور گیجٹس ہوں یا کچھ بھی ہو اس کی باریکیوں کو سمجھیں اور سیکھیں اس کے مثبت اور منفی پہلوؤں کو سمجھیں۔۔۔استعمال کے ساتھ ساتھ اس ٹیکنالوجی کے بارے میں کچھ ضروری معلومات کا جاننا نہایت ضروری ہے۔۔۔کیوں کہ یہی ٹیکنالوجی اور سہولت عذاب جان بھی بن سکتی ہے۔۔۔

اللہ رب العزت ہم سب کے ساتھ خیر و عافیت والا معاملہ فرمائے اللہ رب العزت ہم سب کا حامی و ناصر ہو آمین۔۔۔

حامد حسن

غزل

ہم سیاست سے محبت کا چلن مانگتے ہیں

شب صحرا ہے مگر صبحِ چمن مانگتے ہیں

وہ جو اُبھرا ابھی تو بادل میں لپٹ کر اُبھرا!

اسی بچھڑے ہوئے سورج سے کرن مانگتے ہیں

کچھ نہیں مانگتے ہم لوگ بجز اذنِ کلام

ہم تو انسان کا بے ساختہ پن مانگتے ہیں

ایسے غنچے بھی تو [illegible]چیں کی قبا میں ہیں اسیر

بات کرنے کو جو اپنا ہی دہن مانگتے ہیں

ہم کو مطلوب ہے تکریم قد و گیسو کی

آپ کہتے ہیں کہ ہم دار و رسن مانگتے ہیں

لمحہ بھر کو تو لُبھا جاتے ہیں نعرے لیکن

ہم تو اے اہلِ وطن دردِ وطن مانگتے ہیں

احمد ندیم قاسمی

یورپ میں ایک دن شیخ محمد اقبال نے مجھ سے کہا کہ میں نے مصمم ارادہ کر لیا ہے کہ شاعری ترک کر دوں گا۔ جو وقت اس میں صرف ہوتا ہے اسے کسی اور مفید کام میں لگاؤں گا۔ میں نے ان سے کہا کہ ان کا کلام ایسا نہیں جسے ترک کرنا چاہیے بلکہ ان کے کلام میں وہ تاثیر ہے جس سے ممکن ہے کہ ایک درماندہ قوم کے کم نصیب امراض کا علاج ہو سکے۔

سر ٹامس آرنلڈ کی خودنوشت سے اقتباس

علامہ محمد اقبال

انتخاب۔۔محمد عثمان

خرد نے مجھ کو عطا کی نظر حکیمانہ

سکھائی عشق نے مجھ کو حدیث رندانہ

نہ بادہ ہے، نہ صراحی، نہ دور پیمانہ

فقط نگاہ سے رنگیں ہے بزم جانانہ

مری نوائے پریشاں کو شاعری نہ سمجھ

کہ میں ہوں محرم راز درون میخانہ

کلی کو دیکھ کہ ہے تشنۂ نسیم سحر

اسی میں ہے مرے دل کا تمام افسانہ

کوئی بتائے مجھے یہ غیاب ہے کہ حضور

سب آشنا ہیں یہاں، ایک میں ہوں بیگانہ

فرنگ میں کوئی دن اور بھی ٹھہر جاؤں

مرے جنوں کو سنبھالے اگر یہ ویرانہ

مقام عقل سے آساں گزر گیا اقبال

مقام شوق میں کھویا گیا وہ فرزانہ

غزل

گردش وچ ستارے نیں

سارے ہجر دے مارے نیں

نین نمانے کیویں چھلکن

ہنجو ڈاڈھے بھارے نیں

مست ہوا وسدی اے آ کے

سجناں کیس سنوارے نیں

ساہواں دی میں منڈی لائی

لوکی کہن غبارے نیں

تیری میری گل نئیں ساحل

کتھے بے اعتبارے نیں

ثاقب حمید ساحل

حزیں صدیقی

انتخاب۔۔۔محمد عثمان

نظم

جس طرف جایئے گرتی ہوئی دیوار ملے
اس خرابے کو الٰہی کوئی معمار ملے
اہل دل حق سے بغاوت تو نہیں کر سکتے
جانے کیا جرم تھا ان کا جو سر دار ملے
میں ترے سوز محبت کا امیں ہوں ورنہ
کتنے سورج مرے اشکوں کے خریدار ملے
نیند آتی ہے کہاں زیست کے ہنگاموں کو
حادثے خواب کے عالم میں بھی بیدار ملے
میں ہوں پتھر تو کسی راہ کا پتھر نہ بنا
آئینہ ہوں تو مجھے آئنہ بردار ملے
وہم کے نقش تھے یا ذوق نظر کے شہکار
کچھ خدوخال سر پردہ دیوار ملے
تھے وہ مہتاب کے آنسو کہ سحر کی کرنیں
کچھ رگ جاں میں اترتے ہوئے انوار ملے
کاش آ جائے مری سمت بھی اس کا جھونکا
وہ ہوا جس کو تری سانس کی مہکار ملے
شکریہ اے غم دل تیری بدولت ہی سہی
رات جاگے تو نئی صبح کے آثار ملے
تیرے آنگن کی ہوا سے یہ توقع تو نہ تھی
ہر گلی میں تری پازیب کی جھنکار ملے
رات احساس کے در پر کوئی دستک نہ ہوئی
دل کی دہلیز پہ بکھرے ہوئے کچھ ہار ملے
پس خاموشیٔ دریا کئی طوفاں ہیں بپا
کیا عجب ہے جو ہمیں بھی لب گفتار ملے
کل تھا وہ رنگ بہاراں کہ نظر جل اٹھی
شاخ در شاخ دہکتے رخسار ملے
جب بھی احساس کے زینے سے گزرنا چاہوں
کوئی وجدان کے جلووں کا نگہدار ملے
اے حزیں شہر نگاراں میں گئے تھے ہم بھی
بیشتر سنگ ملے آئنے دو چار ملے

سارہ رحمان

نظم

محبت

محبت کسی کسی کے لیے بنی ہی نہیں ہوتی۔۔۔

ایک وقت ہوتا ہے جب ہم کسی کو چاہتے ہیں۔۔۔

ہمارا دل بھی ٹوٹتا ہے۔۔۔

اور ہم اس سے سیکھتے ہیں۔۔۔۔

ہم پھر کوشش کرتے ہیں۔۔۔

کسی سے محبت کرنے کی۔۔۔

اس کے لیے سب کچھ۔۔۔

صحیح کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔۔۔

ہم جانتے ہیں۔۔۔!

ہم محبت کے لیے کچھ بھی کرنے کو تیار رہتے ہیں۔۔۔

اور جو کرنا پڑے ہم کرتے ہیں۔۔۔۔

ساری قیمت ادا کرتے ہیں۔۔۔۔

پر وہ شخص پھر سے ناقابل اعتبار نکلتا ہے۔۔۔

ہم غلط چنتے ہیں۔۔۔

ہم اندھے ہو جاتے ہیں۔۔۔

پھر وہ محبت زہر بن جاتی ہے۔۔۔

اور جب محبت مرتی ہے تو درد ہوتا ہے۔۔۔۔

سچ یہ ہے کہ ہم محبت کے لیے بنے ہی نہیں ہوتے۔۔۔۔۔

خالد محمود

غزل

تن کر کھڑا ہوں بیوی کے آگے ذرا ذرا
یہ اور بات تجھ کو لگوں گا ڈرا ڈرا

اُس نے سنائیں مجھ کو جواباً کھری کھری
میں نے جو دل کا حال سنایا کھرا کھرا

آیا ہے جب سے لوٹ کے فیصل آباد سے
تب سے ذرا ذرا کو ہے کہتا ذرا ذرا

اُس سبز پوش نے کیا آنکھوں پہ کیا طلسم
لگتا ہے لال رنگ بھی مجھ کو ہرا ہرا

صد شکر پان کھاتے ہوئے چپ رہا وہ شوخ
حد درجہ منہ تھا پیک سے اُس کا بھرا بھرا

دیدارِ حُسن چاہیے جینے کے واسطے
ہر در پہ کہہ رہا ہے یہ عاشق مرا مرا

آیا نہ جب وہ وصل کی دعوت پہ، رہ گیا
خوابوں میں ہی خیالی پلاؤ دھرا دھرا

عثمان غنی راجہ

12-11-2023

ایک سفر تین سبق

شادی ختم ہونے کو تھی۔ مجھے بھرا میلا چھوڑ دینے کی عادت ہے۔ چنانچہ میں نے چیدہ چیدہ اجازت نما ملاقات کی اور نکل آیا۔ ابھی چھ سات منٹ سفر طے کیا تھا کہ یکدم وہ ہو گیا جو کسی پراX کے ساتھ بھی نہ ہو۔

باX یک کا پچھلا ٹاX ر پنکچر ہو گیا۔ میں نے باX یک کو ساری جان کا زور لگا کر دھکیلنا شروع کیا۔ قریباً 300 میٹر چلنے کے بعد ایک پنکچر والی بند دوکان پر پہنچا وہاں ایک انکل معصوم سی چارپاX ی پر نیم دراز ٹانگیں دیوار کیساتھ ٹکاX دھواں چھوڑ رہے تھے۔ میں نے غور کیا تو دھواں انکی انگلی میں پھنسی سگریٹ کے کش سے نکل رہا تھا۔

میں نے ان سے پنکچر والے بھاX ی کا پوچھا انہوں بتایا وہ آٹھ بجے آX گا اور علی الصبح تک رہے گا۔ میں نے انہیں کال پر بلانے کیلیے نمبر ملا کر دیا لیکن ان صاحب نے آنے سے انکار کر دیا۔

اس دن مجھے پہلا سبق یہ ملا کہ بطور کم ز کم دوکاندار، مکینک یا مستری وغیرہ اگر آپ شہر میں ہی ہوں اور آپکو بلانے کیلیے کال کی جاX تو ضرور مثبت جواب دینا چاہیے۔ تعاون کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے۔

وہاں سے مایوس ہو کر اب معلوم ہوا کہ کم و بیش 2 کلومیٹر مزید باX ک کو دھکیلنا ہے۔ اب یہ سارا راستہ بھی بالکل ٹوٹا پھوٹا اور انتہاX ی شکستہ تھا۔

میں نے اوسان جمع کیے اور دھکم پیل شروع کر دی۔ اسی دوران مجھے مختلف خیالات آتے رہے کہ آج کX ی سالوں کے بعد ایسا کیوں ہوا۔ کبھی ذہن کسی طرف جاتا تو کبھی کسی طرف، اچانک مجھے ایک خیال آیا اور میری ساری تکان دور ہو گX ی۔ دراصل میں شادی کے لنگر شریف میں خوب ہاتھ صاف کر آیا تھا۔ جتنا میٹھا اور نمک میں ہڑپ کر آیا تھا غالب گمان تھا کہ شوگر لیول اور بلڈ پریشر خوب بڑھ چکا ہو گا۔

اب دیکھیں اللہ کی شان جب میں نے اڑھاX ی کلومیٹر باX ک کو دھکیلا تو اتنی انرجی استعمال ہوX ی کہ شوگر لیول بالکل اپنی متوازن سطح پر آ گیا۔ جو کہ بعد میں چیک کر پر واقعی بالکل بہترین تھا۔

تو پھر میں نے اللہ تعالیٰ شکر ادا کیا اور اسکی حکمتوں پر سر بسجود ہو گیا۔

چنانچہ مجھے دوسرا سبق یہ ملا کہ جو ہوتا ہے یقیناً مالک کریم کی طرف سے کسی اچھے کیلیے ہوتا ہے۔

تیسرا سبق میں نے یہ حاصل کیا کہ گر ہم مالک کریم کی حکمتوں پر اپنا تیقن پختہ کریں تو پھر بڑی سے بڑی مشکل بھی چھوٹی پڑ جاتی ہے اور وقت گزر جاتا ہے۔

احباب گرامی

اس پر مشقت سفر کے دوران ایک بزرگو ربھی ساتھ تھے انہیں کیا سبق ملا وہ آپ اندازہ لگا کرتا X یں۔

بھاگتا چور لنگوٹیا یار

نادر خان سرگروہ......نوی ممبئی

اُس نے اپنے ہاتھ کی لکھی ایک تحریر دکھاتے ہوئے پوچھا

بھاگتے چور کی لنگوٹی ہی صحیح

انکل! جب چور غلط تو اُس کی لنگوٹی صحیح کیسے؟

بچوں کے سوالات کبھی کبھار اتنے گہرے ہوتے ہیں کہ وہ ہمیں تاریک گڑھے میں چھوڑ آتے ہیں اور کبھی اتنے بلند کہ خلا میں گم کر دیتے ہیں، اور جب بچہ میرے ہمزاد پرجوش پوری کا ہو تو......مت پوچھیے! زمین و آسمان کے بیچ منہ چھپانے کو جگہ نہیں ملتی۔

مدہوش پوری.........نہ جانے کب × کہاں × کون سا سوال پوچھ بیٹھے اور دیے گئے جواب میں سے ایک نیا نشتر نہ نرم و نازک بھیجے میں داغ دے۔ کم بخت ایک مرتبہ چار بچوں کے بیچ یہ پوچھ بیٹھا۔

انکل آپ کی مونچھیں نہیں ہیں؟

اب میں بغلیں جھانکتے ہوئے تلاش کر ہی رہا تھا...جواب...کہ وہ بول پڑا

میری امی کی بھی نہیں ہیں۔

فرزندِ خبیث! یہ بھی تو کہہ سکتا تھا۔ میری بھی نہیں ہیں۔

دراصل × میری ہی تلقین سے مدہوش کو گھر میں اردو پڑھانے کا سلسلہ شروع ہوا تھا۔ مگر کس نے سوچا تھا کہ پرجوش پوری کے گھر میں بویا ہوا مجھے بھی کاٹنا ہوگا۔ کل ہی کی بات ہے، میں پرجوش پوری کے دیوان خانے، بلکہ دیوانے خانے میں بیٹھا اُن کا انتظار کر رہا تھا۔ وہ کسی لٹی پٹی ریاست کے نواب کی طرح تیار ہو رہے تھے۔ وقت گزارنے کے لیے اُن کے کتب خانے سے، مزاح نگار ڈاکٹر فیاض احمد فیضی کی کتاب قندِ مکرر لے کر مطالعہ مکرر میں منہمک ہو گیا۔ میری دانست میں × مدہوش پوری کے مکرر × مکرر سوالیہ حملوں سے بچنے کا یہ کارگر حربہ تھا۔ اچانک آہٹ محسوس ہوئی۔ میں جو مطالعے میں منہمک تھا، اُس سے نظریں چرا کر منہمک سے غرق ہو گیا۔ کاش یہ غرق ہونا، دریا میں غرق ہونے جیسے ہوتا۔ پاس آ کر اُس نے میرے گھٹنے پر ہاتھ مارا × گویا دروازہ کھٹکھٹا کر ذہنی ہم آہنگی پیدا کرنا چاہتا ہو۔ دستکِ مکرر سے تنگ آ کر میں نے پوچھا

کیسے ہو مدہوش؟

انکل ایک سوال پوچھوں؟

میں نے کہا میں ذرا کتاب ختم کر لوں پھر جو چاہے پوچھ لو۔

وہ بولا میرے ابُو جب کتاب پڑھتے ہیں تو امی اس طرح ختم کروا دیتی ہیں۔

اُس نے میرے ہاتھ سے کتاب لی اور تالی بجانے کے انداز میں بند کرتے ہوئے کہا
ختم۔

انکل یہ بتائیں! جب چور غلط تو اُس کی لنگوٹی صحیح کیسے؟

میں سنبھل سنبھل کر جواب دینے لگا بیٹا! صحیح غلط ہے۔ یہاں سہی صحیح ہے۔ یعنی بھاگتے چور کی لنگوٹی ہی سہی۔

سہی کا مطلب یہ کہ..................

میں نے اپنے سر کے اوپر گھومتے پنکھے کی طرف دیکھتے ہوئے ×دماغ چلانے کی کوشش کی۔ اس لفظ کو آسان جان کر ×کبھی معنی جاننے کا خیال بھی نہ آیا۔

بچے نے کہا انکل آج اتنا کیوں سوچ رہے ہیں؟ ابو تو کہتے ہیں کہ آپ سوچے سمجھے بغیر بول دیتے ہیں۔ تمہارے ابو غلط یہ میں نے دل میں غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

دیکھو بیٹا! سہی کے معنی ہوتے ہیں۔۔۔ٹھیک، درست۔

لیکن یہ جواب منہ سے نکالنے سے قبل ×دل میں دہرایا اور دماغ سے جانچ پڑتال کرائی۔ اب بچہ کہے گا کہ صحیح اور درست ہم معنی۔۔۔اور ٹھیک بھی قریب قریب صحیح۔ تو پھر سہی.....صحیح کیوں نہیں؟

دیکھو بیٹا! اس بار میں نے پورے اعتماد کے ساتھ باآواز بلند کہا

سہی کو اس طرح سمجھا جائے۔ جیسے اگر میں کہوں کہ اس سوال کا جواب میں کل دوں گا تو تم کہو گے۔۔۔۔

آج نہ سہی، کل سہی۔

بچہ نہ جانے کون سا اشارہ سمجھ گیا۔ اس نے پینترا بدلتے ہوئے ایک نیا سوال داغ دیا۔

لنگوٹی کیا ہوتی ہے؟

لنگوٹی ی ی ی

مجھے خیال آیا کہ۔۔۔اس بار گوگل کروں، مگر یہ ڈر کہ لنگوٹ ٹائپ کرنے کی دیر ہے۔۔۔۔ایسے ایسے الفاظ، ایسے ایسے محاورے سامنے آئیں گے کہ شریر آدمی بھی پناہ مانگے۔

میں نے اپنے دماغ کی مدھم ہوتی شمع کی مدد سے ہی روشنی ڈال کر لنگوٹ کی گرہ کھولنے کا فیصلہ کیا۔

مثلث کی شکل کا ایک ایسا پہناوا جو بچوں کو پیدا ہوتے ہی پہنایا جاتا تھا۔ بالکل ایسے جیسے۔۔۔ شہروں کے بچے ڈائپر پہنتے ہیں۔ آج بھی پھوان اسے مجبوری میں باندھتے ہیں۔

مثلث؟۔۔۔ بچے نے سوالیہ منہ بناتے ہوئے پوچھ۔

ٹرائی اینگل۔۔۔ .Triangle یک چوکور کپڑے کو ڈائنگونلی Digonally کاٹ کر دو لنگوٹ بنائی جا سکتی ہیں۔

.

چوکور؟۔۔۔ اب کی بار پہلے سے بھی زیادہ گڑوا منہ بنایا۔

.

اسکوائر بیٹا "Square

"انکل آپ پہلے ہی صحیح کیوں نہیں بولتے؟

مدہوش! کیا کروں؟ میں نے اُس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا یہ سب انگریزوں کا کیا دھرا ہے۔

اُس نے میری بات کو انگریزوں کی طرح تجاہل فرنگیانہ سے نظرانداز کرتے ہوئے پوچھ۔ یہ لنگوٹ ریکٹینگل میں سے نہیں نکل سکتے؟

میں نے کہا کیوں نہیں۔۔۔ نکال سکتے؟

اور سرکل میں سے؟

بالکل نکال سکتے ہیں

اور پینٹا گون میں سے؟

اُس میں سے نکالنا ذرا مشکل ہے مگر نکالنا ہی چاہیے۔

مدہوش نے جب تک تمام اشکال Shapes میں سے لنگوٹ نکلوا نہ لی ٭ مجھے آگے بڑھنے نہ دیا۔

میں نے قدرے توقف کے بعد ٭ بات آگے بڑھا ٭

بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو اُس کا سب سے پہلا لباس یہی ٹرائی اینگل ہوتا ہے جسے لنگوٹ کہتے ہیں۔ اچھا تو کیا بھاگتے چور یہ لنگوٹ سوپر مین کی طرح کپڑے کے اوپر پہنتے ہیں؟

نہیں وہ اوپر نہیں پہنتے۔

تو پھر وہ ہاتھ کیسے آتی ہے؟............... بھاگتے چور کی قمیص یا پتلون کیوں نہیں؟ جو آسانی سے ہاتھ آسکتی ہے۔ اُس میں سے بہت سارے ٹرائی اینگل نکال کر لنگوٹ بنا سکتے ہیں

میں نے بیزاری سے کہا بیٹا اکثر ضرب الامثال یعنی کہاوتوں کے من وعن یعنی جوں کے توں۔۔۔۔۔معنی نہیں ہوتے جو الفاظ سے ظاہر ہوتے ہیں۔یوں سمجھو! اگر تمہاری آنکھوں کے سامنے تمہارا نقصان ہو رہا ہو یا کچھ ضائع ہو رہا ہو تو جو کچھ بچا سکتے ہو، بچا لو۔۔۔گرچہ ذرہ برابر ہی سہی۔

لیکن یہ بتائیں۔۔۔۔چور اتنا کچھ چُرانے کے بعد صرف لنگوٹ ہی کیوں پہن کر بھاگتے ہیں؟

کسی زمانے میں چور کپڑے پہننے کی بجائے اپنے پورے بدن پر تیل مل کر تے تھے۔وہ اس لیے کہ جب لوگ انہیں پکڑنے کے جُرم کا اِرتکاب کریں تو وہ گرفت سے پھسل کر نکل جائیں۔

ایسے میں چور کے تن پر لنگوٹ ہی ایسی چیز ہوتی تھی جو آسانی سے ہاتھ آ سکتی تھی، جس میں کوئی بٹن ہوتا ہے نہ کوئی مضبوط گرہ۔صرف ایک ہرا ہاتھ آنے کی دیر ہے۔بھاگتے چور کا ہاتھ لگنا اور اُس سے کچھ اور ہاتھ آنا انتہائی مشکل۔۔۔۔۔۔اسی لیے کہتے ہیں

بھاگتے چور کی لنگوٹی ہی سہی۔

مدہوش کی آنکھ میں چمک دیکھ کر میں دل ہی دل میں خوش ہوا کہ لنگوٹ جیسے نازک، حساس X دودھاری، حکومتی، تاریخی اور انتہائی مختصر ہونے کے باوجود تفصیل کے متقاضی موضوع کو یک بچے کے دماغ میں ٹھونسنے میں کامیاب ہوا۔

مگر......وہ زخمی شیر کی طرح پھر اٹھا۔

اگر بھاگتے چور کی لنگوٹی ہاتھ آئے تو وہ لنگوٹیا یار ہوا نا؟

-

میں نے سر ہلانے پر ہی اکتفا کیا۔ہاں اور نہ کا واضح اشارہ دینے سے ایک نئے سوال کے سر ابھرنے کا خطرہ تھا۔وہ کسی نکاح خواں کی طرح، میری خاموشی کو ہاں سمجھ کر سر ہلاتے ہوئے بولا۔

ہمم۔۔۔اب سمجھ میں آ آ آیا اا۔ابو آپ کو لنگوٹیا یار کیوں کہتے ہیں ل ل ل ل ل۔

ٰ........................ٰ

.اردو ادب میں اولیت

اولیت کا تاج

پہلا شاعر۔۔۔مسعود سعد سلمان

پہلا اخبار۔۔۔۔جام جہاں نما

پہلا رسالہ۔۔۔۔۔گلدستہ

پہلی منظوم کتاب۔۔۔۔کدم را※ پدم را※

پہلا گیت نگار۔۔۔۔امیر خسرو

پہلا آشوب نگار۔۔جعفر زٹلی

پہلا ہا※ ئیکو نگار۔۔۔۔محمد امین

پہلا نقاد/سوانح نگار/ملی شاعر/جدید شاعری کا بانی۔۔۔۔حالی

پہلا مرثیہ گو/رباعی گو/انشا※ ئیہ نگار۔۔۔۔۔ملا وجہی

پہلا تذکرہ نگار۔۔۔۔میر

پہلا ڈرامہ نگار۔۔۔۔امانت لکھنوی

پہلا محقق؟ حافظ محمود شیرانی

پہلا تاریخ نگار۔۔۔۔شبلی

پہلا ادبی مورخ۔۔۔۔رام بابو سکسینہ

پہلا خاکہ نگار۔۔۔۔فرحت اللہ بیگ

آوارہ

(ابن نیاز)

شیرخان تیزی سے بھگتے ہوئے گھر کی گلی میں مڑا اور پہلے کھلے دروازے میں جھٹ سے اندر داخل ہوا۔ دروازہ زور سے بند کیا لیکن مڑتے ہوئے قریب ہی رکھی کرسی کے پائے کے ساتھ الجھ کر گرا لیکن جلدی سے اٹھ کر کپڑے یوں جھاڑنے لگا جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو اور ساتھ ہی ادھر ادھر دیکھنے لگا کہ کسی نے دیکھا تو نہیں۔ وہ ساتھ ہانپ بھی رہا تھا۔ اسے برآمدے میں بیٹھی خالہ نظر نہیں آئیں لیکن وہ سارا نظارہ دیکھ چکی تھیں اور وہ کتوں کے بھونکنے کی آواز بھی سن چکی تھیں۔ ارے شیرے تم! کیا ہوا؟ خالہ برآمدے میں بیٹھی سبزی کاٹ رہی تھیں، اسے دیکھ کر بولیں۔

وہ۔ وہ خالہ۔۔ ہانپتے ہوئے اس کے منہ سے آواز نہ نکلی۔ لیکن یہ ہانپنا گھبراہٹ کی وجہ سے تھا کہ اس کا خوف اور گرنا خالہ دیکھ چکی تھیں۔

کیا وہ، وہ لگا رکھی ہے۔ تمھارا دوست جا چکا ہے۔ خالہ نے اس پر ہلکا سا طنز کیا۔

ک ک کون دوست؟ شیرخان بھولا شیر تھا۔ اسے سمجھ نہ آیا۔

ارے وہ کتا، جس سے بھاگتے ہوئے یہاں تک آئے ہو۔ خالہ نے مسکراہٹ چھپاتے ہوئے کہا۔

نہیں تو خالہ۔ میں شیرخان ہوں۔ کتوں سے نہیں ڈرتا۔ شیرخان اکڑ کر آگے بڑھتا ہوا بولا۔

ابھی اس نے دو قدم ہی اٹھائے تھے کہ بھوں بھوں کی آواز سنائی دی۔ شیرخان نے بدکتے ہوئے ڈر کر زور سے چیخ ماری، اور مرکزی دروازہ کھلتے دیکھ کر تو دو ہی بڑی چھلانگوں میں خالہ کے پیچھے موجود کمرے میں چلل جا گھسا۔

ارے کون ہو تم؟ بدتمیز۔ منہ اٹھائے کمرے میں گھس گئے ہو۔ نہ جان نہ پہچان، میں تیرا مہمان۔ اندر موجود ایک سترہ اٹھارہ سال لڑکے کی آواز سنائی دی۔

شیرخان جو جلدی جلدی دروازہ بند کرنے کی کوشش کر رہا تھا، بجلی کی تیزی سے واپس پلٹا۔

اوہ! صفدر یار تم ہو۔ اس نے ایک نظر میں خالہ کے بیٹے کو پہچان لیا۔

ہو جی۔ شیرے تم اور اس حالت میں، کیا ہوا؟ صفدر نے بیڈ سے اترتے ہوئے اس کی طرف بڑھ کر کہا۔

یار کچھ نہ پوچھو۔ ان آواروں سے جتنا جان چھڑانے کی کوشش کرو، سالے پیچھے پڑ ہی جاتے ہیں۔ شیرخان نے بیڈ کے ایک کونے پر بیٹھتے ہوئے جواب دیا۔ کون آوارہ؟ صفدر نے دبی مسکراہٹ سے پوچھا۔ وہ جان گیا تھا کہ شیرا کتوں کی بات کر رہا تھا۔

تم مسکرا کیوں رہے ہو؟ کیا تم سمجھتے ہو کہ میں کتوں سے ڈرتا ہوں۔ ہرگز نہیں۔ میں ان آوارہ لڑکوں کی بات کر رہا ہوں جو ہر دوسری گلی کی نکڑ پر کھڑے ہر آنے جانے والے کو تنگ کرتے ہیں اور کبھی کبھی تو لڑ پڑتے ہیں۔ شیرخان نے آوارہ کی تعریف تفصیل سے بیان کی۔

اچھا تو یہ بات ہے۔ تم نے انھیں کیا سمجھانا چاہا۔ صفدر نے بظاہر حیران ہوتے ہوئے پوچھا۔

ورنہ صفدر جانتا تھا کہ شیر خان بہت عقل مند نہیں ہے کہ کسی کو کوئی اچھی بات جان بوجھ کر سمجھ سکے۔ہاں اگر کوئی سلجھی ہوئی اچھی بات انجانے میں اس کے منہ سے نکل جائے تو اور بات ہے۔کچھ نہیں۔بس انھیں یہی کہا تھا کہ گلی میں نہ کھڑے ہوا کریں،اپنے گھر میں رہا کریں۔وہ سالے پیچھے ہی پڑ گئے۔ایک نے تو محلے کے تین پالتو آوارہ کتے چھوڑ دیے۔شیر خان نے جھرجھری لیتے ہوئے کہا اور ساتھ ہی بند دروازے کی طرف دیکھا۔

صفدر،شیر خان۔۔چلنا نہیں کیا آج ہوٹل پر۔۔؟باہر سے صفدر کے ابا کی آواز سنائی دی۔

جی اباجی۔چلتے ہیں۔بس ذرا شیر سے کتوں کا بچاؤ کرا دوں۔آوارہ گھومتے رہتے ہیں۔صفدر نے کمرے سے ہی آواز دی اور دونوں باہر نکلے۔صفدر کے ابا باہر بیگم کے ساتھ بیٹھے گپ شپ لگا رہے تھے۔

سلام ابا۔چلتے ہیں۔ سلام خالو۔دونوں نے اکٹھے سلام کیا اور دروازے کی جانب بڑھے۔

شیر خان جان بوجھ کر صفدر کے پیچھے تھا کہ مبادا دروازہ کھلتے ہی کوئی آوارہ اس پر حملہ نہ کر دے۔لیکن ہونی کو کون ٹال سکتا ہے۔صفدر نے دروازہ کھولا اور باہر اپنے قدم نکالے۔ شیر خان سمجھا کہ سب امن ہے۔اس نے اکڑتے ہوئے اپنے قدم باہر نکالے۔

تڑاخ۔۔تڑاخ۔۔تڑاخ۔۔کی آواز کے ساتھ اس کی ٹانگوں،کمر پر زور کی لاٹھیاں لگیں۔

نکال ہمارے بیس ہزار روپے۔سالے آج چھ ماہ ہو گئے ہیں اور آج کل کر کے ٹالتا رہتا ہے۔آج یا تو پیسے دے گا یا جان۔۔آوارہ ہیں تو آوارگی میں ہی مار کھاؤ گے۔۔ان تین میں سے ایک لمبے قد کا اس کی تشریف پر ایک زور کی لاٹھی جماتے ہوئے بولا۔

لیکن شیر خان بھرپور انداز میں ہائے میں مر گیا کی آواز نکالتے ہوئے مصنوعی بے ہوش ہو چکا تھا۔

ختم شد

ادبی معلومات

.1 ابن خلدون کو عمرانیت کا باوا آدم کہا جاتا ہے

.2 تحسین فراقی کے تنقیدی مضامین کا پہلا مجموعہ جستجو کے عنوان سے شائع ہوا، اس مجموعے میں کل 9 مضامین ہیں۔ کتاب کا پہلا مضمون اردو ادب میں اسلامی اقدار کی پیشکش کا مسئلہ ہے

.3 ڈاکٹر وحید قریشی شاعری اور تنقید کے علاوہ کالم نویسی کے شغل سے بھی وابستہ رہے اور میر جملہ لاہوری کے قلمی نام سے کام لکھتے تھے

.4 شیر محمد اختر کی پہلی اور آخری محبت افسانہ تھی

.5 اشفاق احمد ورک کا تعلق دبستان یوسفی سے ہے۔ انور مسعود نے ان کو دبستان یوسفی کا قابل قدر نمائندہ قرار دیا ہے

.6 اکادمی پنجاب کی بنیاد مولانا صلاح الدین احمد نے رکھی تھی

.7 کلام میں عشق مجازی کے راز و نیاز، عاشق و معشوق کے درمیان آنے والے وصل کے معاملات کے ذکر کو معاملہ بندی کہتے ہیں

.8 لانجائنس نے ادب اور تنقید کی قدیم روایت کو رفعت بیان کے نظریے سے روشناس کرایا، لانجائنس کو پہلا رومانوی نقاد بھی تسلیم کیا جاتا ہے

.9 یورپ کی تاریخ میں سولہویں صدی عیسوی کو نشاۃ الثانیہ کا عہد کہا جاتا ہے

.10 کولرج نے اپنی کتاب بایوگرافیا لٹریریا میں لکھا ہے کہ شاعری ایک پراسرار سماجی قوت ہے جو کبھی فریب نہیں کھاتی۔

.11 انجمن ترقی پسند مصنفین کی پہلی کانفرنس اپریل ۱۹۳۶ میں منعقد ہوئی تھی۔ اس کانفرنس کی صدارت پریم چند نے کی تھی

.12 کروچے کو جمالیاتی تنقید کا بانی مبانی کہا جاتا ہے

.13 محمد حسین آزاد کو آقائے اردو کا لقب مہدی آفادی نے دیا

" .14 سرتاج شعرائے اردو میر تقی میر کو کہا جاتا ہے

" .15 خطائے بزرگاں گرفتن خطا است حافظ محمود شیرانی کا معروف مقولہ ہے

.16 مسعود حسن رضوی نے اپنی کتاب ہماری شاعری میں لکھتے ہیں کہ مقدار کے لحاظ سے شاعری کی ہر صنف سے غزل کا پلہ بھاری ہے

.17 ٹوٹ بٹوٹ کا کردار اپنی تحریروں میں صوفی تبسم نے برتا ہے

.18 کسی غیر زبان کے لفظ کو عربی بنا لینا تعریب کہا جاتا ہے

.19 ماہنامہ نیرنگ خیال یوسف حسن خان نے جاری کیا

.20 منیر نیازی نے اپنا پہلا اشاعتی ادارہ ارژنگ پبلشنگ ہاؤس کے نام سے قائم کیا۔

سرائیکی افسانہ: مابولی

لکھاری: ذوالفقار علی تونسوی
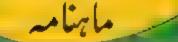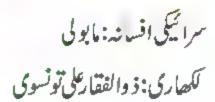
سلما جیہیر لے پئے دے سنڈ داونڑ تیں لے افریقہ پئی ویندی ہئی تاں اوں ویہلے ہک پتر ہاسی، بیا پتر اتھائیں وِنج جمائس اتے تھوون تاں ڈڈھ نال ہئی تے دھی جمائی ہاسی۔

پئے وندا لمب ہاتے واوندے پچھوگاں ہئی۔ اوگھر ہونداوی تاں ایہا آپ پن منگ کیں گزارا کریندی ہئی۔ مے فریقہ ونجنڑ ویہلے او ایکوں پیکیں سٹ گیا ہا۔ اے لے افریقہ پیو دے خرچے تیں گئی تے تھوولی۔

پیکیں اچ اوکوں اے میہنڑے تھیندے ہن جو ہک ترائے ہاہیں نال انیں دے سرتیں بہہ گئی اے تے ولا پئے کولوای تکا بھنڑ تیں گھن سگدی۔ کئی اوندے پئے کوں، وڑا آکھے ہا تاں اوندی ہکی چ پئے ویندی ہئی۔

پتر اوندے کتری وڈے تھئے تاں نانے، مے انیں تیں آندے ویندے تے گاں گال تیں ہتھ سکیندے ہن۔ وڈا ہینڑ اتھی گیا تے چھوٹا بدماش بنڑ گیا۔ پئے دافون آندا ہا سی تاں اوندے نال کھدیں الویندی تھکدی نہی۔ آپنڑے ہاہیں کوں چھک ویندی ہئی جو آپنڑے پیو نال اواون۔ ماکھنڑیں ہیچے مریندیاں ہانس جو پئے دے پچھومردی ویندی اے۔

ہک ڈینہوارا اوکوں پئے فون تیں ڈسایا جو او ہک افریقی رن پرنیا بیٹھے تے ولا اوں اے ترسل دی ایکوں پکائے جو اوں اے شادی صرف کاوزیں اچ کیتی اے کیوں جو اتھاں قانونی طور تیں رہونڑ کیتے اوکوں ایں کرنڑ پئے گئے۔

ول ہک ڈینہوارا اوندا پئے افریقی رن کوں نال گھن کیں آ کھڑا تے آپنڑے ماپیو دے گھر کووانڈھی ہک جاہ تیں اوکوں بدڈس۔ سما دی اتھائیں آویندی ہئی تے انیں دی ہٹ جھج اچ رل ہیندی ہئی۔

ہک کھنڑے تیں سما بیٹھی ہئی تے ڈوجھے کھنڑے تیں وندا پئے تے اوندی فریقی ذال ہن۔ گاہیں گاہیں اچ اوچی چا نا کرنڑ پئے گھن، ول رڑھ گھن، کچھیں اچ کچھ ہن تے چڈے اچ چڈا ہا۔ ودھنڑ پئے گئے تاں سلں در ولا کیں ہ ہرو بیٹھی۔ اوجتی ڈینہوار اتھاں رہ گئے، ایہو ورتارا چلدا رہ گیا۔

سما آپنڑی پہوج کوں آپنڑے پئے نال تے اوکوں پتر تھیونڑ دی دعا نال ول لے افریقہ دو ویندا کرایا۔

سما کوں اوندے پئے فون تیں ڈسیا مبارک ہووی۔۔۔۔۔۔ پتر تھئس۔۔۔۔۔۔ہاں میڈی جھولی چ سٹیندی لگی گئی اے

ول ہک دفعہ سما فون تیں واچھاں پٹ پٹ پئی الویندی ہووے تے آپنڑے ترئیے ہاہیں کوں پئی چھک ویندی ہووے آ ذوے اوترے۔۔۔۔۔۔ بھرانال اواؤ۔

خدا کے لیے، ڈپریشن مت پھیلائیں... اگر کوئی فرش کی ٹائلز گنتا ہے تو گننے دیں..

اگر کوئی لطیفہ پوسٹ کرتا ہے نہیں بھی ہنسی آتی تو بھی اعتراض مت کریں اس کی دل آزاری نہ کریں۔۔۔

اگر کوئی پہلی بار کہیں گھومنے گیا ہے اور اسے تصویریں وغیرہ بنانے کا نہیں پتہ تو مذاق نہ اڑائیں آپ بھی اسی طرح تھے۔۔۔

اگر کوئی اپنی چھوٹی چھوٹی خوشیاں آپ کے ساتھ شیئر کرتا ہے تو اس پہ تنقید مت کریں۔۔۔

لوگوں کو ہنسنے سے مت روکیئے □ دنیا میں بہت

مسائل ہیں...

آپ نہیں جانتے کہ کون سا شخص کن مشکلات سے ہاتھ چھڑا کے فریش ہونے کے لیے اپنی سوچ سے بے تکی پوسٹ کرتا ہے...

اگر وہ پوسٹ غیر اخلاقی نہیں اور آپ کی ذات کو اس سے کوئی نقصان نہیں تو خدارا اس پہ تنقید مت کیجیے...

لوگوں کو ہنسنے مسکرانے دیجیے، ہوسکتا ہے کچھ وقت کے لیئے ہی سہی وہ اپنی زندگی کی تلخ حقیقتوں کو بھول جائیں،

سب کی زندگیاں یک جیسی نہیں ہوتی تو گر کچھ اچھا نہیں کہہ سکتے انھیں تو پھر آپ اس پہ بلا وجہ تنقید کرنے کا بھی کوئی حق نہیں رکھتے □

دوسروں میں آسانیاں اور محبت بانٹیں نفرتیں تو ویسے بھی بہت عام ہیں۔۔۔

میری بے تکی پوسٹوں کو برداشت کرنے کا شکریہ آپ سب کا۔

غزل

الفت کا اب چراغ بجھانے لگا ہوں میں
دل سے ترا یہ نقش مٹانے لگا ہوں میں

ہر سو دکھائی دیتی جو نفرت بھری تری
پرچھائیوں سے پیچھا چھڑانے لگا ہوں میں

چاہت تلاش کرنے کو گھر سے جو نکلے تھے
مایوس ہو کہ اب تو جانے لگا ہوں میں

در در ہیں ٹھوکریں یہاں پتھر ہیں راہ میں
خد کو بچا کے اب تو نکلنے لگا ہوں میں

مجھکو عزیز ہے یہ اداسی ہے جو مری
چارا گروں سے خد کو بچانے لگا ہوں میں

چھوٹے بڑے کی یہ تو دعاؤں کا فیض ہے
اشعار خد بھی یوں تو بنانے لگا ہوں میں

اب کیا کہوں میں تجھ سے کہنا نہیں غلام
دل کے جو درد ہیں وہ چھپانے لگا ہوں میں

غلام حسین قادری

غزل

ذرا سی بات پہ یوں دل برا نہیں کرتے

کہ جن پہ مان ہو ان سے گلہ نہیں کرتے

تری عطا ہے سو دل سے لگائے بیٹھے ہیں

ہر ایک درد تو ہم بھی سہا نہیں کرتے

تمہیں بھی پیار ہے، اور بیقرار ہم بھی ہیں

تو کیوں ملن کا کوئی سلسلہ نہیں کرتے

تھکے تھکے سے قدم یہ بتا رہے ہیں مجھے

کبھی کے بچھڑے کبھی بھی ملا نہیں کرتے

سجن جو مان بھی جائے تو چپ رہو پاگل

یہ راز دل کے کسی سے کہا نہیں کرتے

خدانخواستہ یہ لوٹ کر نہ آ جائے

سو میری جان کبھی بددعا نہیں کرتے

فرزانہ ساجد

غزل

ہائے! پہلے سا رفیقؔ اب وہ زمانہ بھی نہیں

بن جیے اور مگر دوسرا چارہ بھی نہیں

آنکھ میں نور نہیں دل میں تمنا بھی نہیں

لیکن اس جوشِ ضعیفی کا بھروسہ بھی نہیں

منقطع سلسلۂ عشق ہوا ہے جب سے

ہنسنا چھوڑو، کبھی دل کھول کے رویا بھی نہیں

بارہا سامنا ہوتا تھا مگر ہم کو کبھی

اس نے دیکھا بھی نہیں ہم نے پکارا بھی نہیں

اپنے ماں باپ کا جو ہوتا نہیں دنیا میں

یہ سمجھ لو کہ وہ دنیا میں کسی کا بھی نہیں

تم تو کہتے ہو کہ میں اچھا ہوں پر یاد رہے

جتنا تم سوچتے ہو اتنا میں اچھا بھی نہیں

دشت میں قیس ہو یا طور پہ موسیٰ ہو رفیقؔ

دونوں عشاق میں کچھ فرق زیادہ بھی نہیں

رفیق چوگلے

غزل

تم نے یہ کیسا رابطہ رکھا

نہ ملے ہو نہ فاصلہ رکھا

غم بہت سے ملے مگر پھر بھی

دل نے تجھ پر ہی آسرا رکھا

ساتھ خوشیوں نے کب نبھایا ہے

خود کو غم سے ہی آشنا رکھا

بے وجہ کیوں ملیں کسی سے ہم

مختصر اپنا سلسلہ رکھا

عاشقی کا دھمال وقتی تھا

اس لیے سخت ضابطہ رکھا

گرد میں اٹے تھے کدورت کی

اپنی چاہت کو پر سار رکھا

کر کے برباد دل کی دنیا کو

خود کو ماہم نے ہے جدا رکھا

ہم تو برباد ہو گئے ماہم

اس کو یادوں میں ہے بسا رکھا

کرن عصمت ماہم

غزل

ہم کو پالا پڑا اناڑی سے
سانپ نکلے نہیں ہیں جھاڑی سے
اتنی مہنگائی کم ملے اجرت
کیسے گزرے گی اس دیہاڑی سے
کون میرا وطن بچائے گا
پھر سیاست کے اس کھلاڑی سے
اس زمیں کو یونہی سدا سینچو
ملک چلتا ہے کھیتی باڑی سے
رش تو معصوم راستے میں تھا
دور میں ہو گیا ہوں گاڑی سے
انعام الحق معصوم صابری

کوئی پہلو میں جو آ کر بیٹھے
اشک ہم اپنے چھپا کر بیٹھے
ان کے آنے کا یقیں ہو جیسے
بام و در اپنے سجا کر بیٹھے
زخم سینے تھے طبیبو! تم نے
داغ پھر سارے ہرا کر بیٹھے
زندگی تیری تمازت کم تھی
ہم سے اپنوں کو جدا کر بیٹھے
ان سے ملنے کی تمنا توبہ
ہوش اپنے ہی گنوا کر بیٹھے
عشق رسوا※ زمانہ کیوں ہو
خرمن دل ہی جلا کر بیٹھے
میں نے مانا ہے تکلف لیکن
کیا ہوا پھر جو خفا کر بیٹھے
کون ہوتا ہے کسی کا ثروت
داؤ خودی پہ لگا کر بیٹھے
ثروت دولتپوری کبیر والا

اب قدرداں سماج تھوڑی ہے
پیار کا اب رواج تھوڑی ہے
حل ہے دل کے مرض کا چاہتِ دل
نفرتِ دل علاج تھوڑی ہے ہے
کیسے عہدِ وفا نبھائے وہ
اس کا اچھا مزاج تھوڑی ہے
وقت لگتا نہیں بدلنے میں
ساتھ جو کل تھا آج تھوڑی ہے
ہر گھڑی وہ ستاتا ہے مجھ کو
رکھتا وہ میری لاج تھوڑی ہے
عشق میں دھوکا کیوں دوں اپنوں کو
میرا دل بد مزاج تھوڑی ہے

امیر معاویہ

افسانچے

حسن

تحریر ناہید گل

حسین وجمیل مہربانو، کی بیٹی حسن ودلکشی میں اپنی ماں سے بھی بڑھ کر نکلی۔ جن زبانوں پر کبھی مہربانو کی خوبصورتی کے قصیدے تھے اب اس کی جگہ مہربانو کی بیٹی نے لے لی تھی۔

"میرے حسن وجمال کا مقابلہ کوئی بھی نہیں کرسکتا حتیٰ کہ میری بیٹی بھی نہیں۔" بیٹی کے "باتھ ٹب" میں تیزاب ملاتے ہوئے مہربانو نے سفاکانہ ہنسی ہنستے ہوئے سوچا۔

ماڈرن بہو

تحریر ناہید گل

خالہ خیرن جب سے ڈیفنس میں رہائش پذیر ہوئی تھیں، ان کے دل ودماغ میں
میں بس ایک ہی بات گردش کررہی تھی، بہو تو وہ ماڈرن ہی لائیں
گی چاہیے کتنے ہی پاپڑ کیوں نہ بیلنے پڑیں۔ اتفاق سے ان کے گھر سے چند گھر پیچھے سے ایک ماڈرن لڑکی
ہر روز اسی وقت اپنی چمچماتی گاڑی لے کر گزرتی جب خالہ خیرن صبح کی سیر
کے لیے نکل رہی ہوتیں۔ اس لڑکی کا ماڈرن پن خالہ خیرن کو کچھ ایسا بھایا کہ وہ
رشتہ مانگنے اس کے گھر جا پہنچیں۔

جیسے ہی وہ لڑکی ان کے سامنے آئی تو خالہ خیرن تو باغ باغ ہو
گئیں۔ وہ بالکل ویسی تھی خالہ خیرن جس کی تلاش میں
تھیں۔ سنکی ریشمی آدھے نیلے آدھے پیلے ہیر دار بال، ایک کان میں

انگوٹھیاں اور بازو میں بریسلٹ، چال شاعرانہ انداز قاتلانہ "ٹورن
جینز" کے اوپر دیدہ زیب کڑھائی والا ریشمی کرتہ، وہ ہر لحاظ سے
ایک ماڈرن لڑکی تھی۔

ہلکے پھلکے میک اپ نے اس لڑکی کو مزید جاذب نظر بنا دیا تھا۔ خالہ
خیرن تو اس کی اداؤں پر فریفتہ ہوئے جا رہی تھیں۔ وہ دل ہی دل
میں اپنی تیز نظر پر مغرور ہو رہی تھیں کہ کیسی ہیرا لڑکی تلاش کی

ہے۔

جب لڑکی کی والدہ نے اسے آتے دیکھا تو کہنے لگیں۔

"ان سے ملیے یہ ہے میرا لاڈلہ بیٹا تیمور۔"

خالہ خیرن تو ہکا بکا رہ گئیں۔

جسے وہ ماڈرن لڑکی سمجھ کر بہو بنانے کے خواب دیکھ رہی تھیں۔

وہ تو ان کا ماڈرن لڑکا تھا۔

آہ، بے چاری خالہ خیرن اور اس کی تیز نظر، خالہ خیرن نے ایسے
"ماڈرن ازم" کو کوستے ہوئے اپنے گھر کی راہ لی جس نے لڑکا اور لڑکی
کی پہچان ہی ختم کر کے رکھ دی ہے

گندگی

تحریر ناہید گل

"ماما مکھیاں کچرے پر کیوں بیٹھتی ہیں۔" "گندگی پر بیٹھنا مکھیوں کی فطرت ہے۔" امبر بولی۔ اپنی سیکرٹری کے ساتھ حرام لمحوں کی یادوں
میں گم شوہر اجمل اپنے اوپر بھنبھناتی مکھیوں کو دیکھ کر چونک پڑا

ہراسمنٹ

تحریر ناہید گل

کلاس فیلو رمشہ کو نیم برہنہ لباس میں دیکھتے ہی عدیل کے اوسان خطا ہو گئے۔ اس نے بڑی مشکل سے خود کو سنبھالا اور رمشہ کو پورا لباس پہننے کی نصیحت کر ڈالی۔ اگلے دن یونیورسٹی والوں نے لڑکی کو ہراساں کرنے کے الزام میں عدیل کو یونیورسٹی سے بے دخل کر دیا۔

جیون ساتھی

تحریر ناہید گل

"خالہ صغریٰ! میرے لیے ایسی لڑکی تلاش کرنا جو میرے آگے اونچی آواز میں بات نہ کرے، اگر میں اسے ڈانٹ بھی دوں تو غصہ نہ کرے۔ باتونی نہ ہو، جب میں بات کر رہا ہوں تو مجھے ٹوکے نا۔" رامش نے رشتے والی خالہ کو اپنی شرائط بتائیں۔ "بیٹا، فکر نہ کرو میری نظر میں ایک لڑکی ہے۔ تمہاری شرائط پر سو فیصد پورا اترتی ہے۔" "بس پھر چٹ منگنی اور پٹ بیاہ۔"

سہرا باندھے رامش نے جیسے ہی اپنی بیوی کا گھونگھٹ اٹھایا اس پر سکتہ طاری ہو گیا۔ اس کی بیوی کوئی اور نہیں بلکہ خالہ صغریٰ کی گونگی بہری بیٹی تھی۔

عالمی میڈیا

تحریر ناہید گل

"کنویں میں گرے کتے کو ریسکیو کرنے کے لیے ابھی تک امدادی ٹیمیں نہیں پہنچی ہیں۔ یہ بہت بڑا المیہ ہے۔" عالمی میڈیا

"جناب ایک ملک میں قتلِ عام ہو رہا ہے اس کی بھی رپورٹنگ کریں۔" "وہ تو فلسطینی ہیں۔" عالمی میڈیا

کھیل

تحریر ناہید گل

مظہر کو بچپن ہی سے مختلف کھیل کھیلنے کا بہت شوق تھا۔ جوان ہوا تو کھیلنے کا شوق مزید بڑھ گیا۔ فرق صرف اتنا پڑا، پہلے کھلونوں کے ساتھ کھیلتا تھا اب جذبات کے ساتھ۔

قیامت

تحریر ناہید گل

اقوام متحدہ کے دفتر کے ساتھ منسلک کیمپ میں ام فضل پناہ گزین بچوں کو قیامت کے دن کی ہولن کیاں بتا رہی تھیں۔

اس دن کی ہولن کیاں دیکھ کر آنکھیں پتھرا جائیں گی۔

(سورۃ القیامۃ: 7)

ہر طرف مصیبت چھا جائے گی۔

(سورۃ النازعات: 34)

اس دن کی شدت سے دل اور نگاہیں الٹ جائیں گے۔

(سورۃ النور: 37)

کلیجے منہ کو آ جائیں گے۔

(سورۃ غافر: 18)

-: اس دن انسان جائے پناہ تلاش کرے گا۔

(سورۃ القیامۃ: 10-11)

آسمان پھٹ کر سرخ چمڑے کی طرح گلابی ہو جائے گا۔

(سورۃ الرحمن:37)

اچانک زوردار دھماکوں کے ساتھ آسمان سرخ ہو گیا اور غزہ میں ہر طرف قیامت برپا ہو گئی۔

مخلوط مطالعہ

تحریر ناہید گل

"رابعہ! علینا ابھی تک گھر کیوں نہیں پہنچی؟" ٹی وی پر نظریں جمائے شفیق صاحب نے بیگم سے پوچھا۔ "کالج کے بعد سب" کلاس فیلوز" نے پروفیسر اشعر کے گھر "گروپ اسٹڈی" کے لیے جانا تھا"

بیگم نے جواب دیا۔

"بریکنگ نیوز" "مخلوط ڈانس پارٹی اور ممنوعہ مشروبات کی اطلاع پر پروفیسر اشعر کے گھر پولیس کا چھاپہ۔" ٹی وی سکرین پر دیگر طلباء کے ساتھ لڑکھڑاتی ہوئی علینا کو دیکھ کر والدین کے پیروں تلے سے زمین نکل گئی

ہیں کواکب کچھ اور

تحریر ناہید گل

چائے خانہ پر، نیلی شرٹ والا شخص بہت دیر سے رانیا کو گھور رہا تھا۔ جب رانیا کا ضبط جواب دے گیا تو اس نے اپنے شوہر عاقب کو بتا دیا۔ عاقب غصے سے اٹھا اور اس شخص کا گریبان پکڑ کر جھنجھوڑ ڈالا۔ "بے شرم انسان میری طرف دیکھ کر بات کر۔" "جناب، آپ کی طرف ہی دیکھ رہا ہوں۔" بھینگے پن کا شکار رضا، ہڑبڑا کر بولا۔

بلپر

تحریر ناہید گل

"بھئی جس دن سے اماں بشریٰ کی بیٹی ماریہ، نے میرا گھر سنبھالا ہے میں تو سکون میں آگئی ہوں۔ پہلے شمائل ہر وقت میرے ساتھ چپکا رہتا تھا۔ اب ماریہ کا اتنا عادی ہوا ہے کہ میرے پاس ہی نہیں آتا۔" زویا فون پر اپنی "کولیگ" سے بات کر رہی تھی۔ اسی دوران چھ سالہ شمائل بھاگتا ہوا آیا اور زویا کے گریبان میں ہاتھ ڈال دیے۔ زویا نے غصے سے ڈانٹتے ہوئے پوچھا۔ "ارے! یہ کیا کر رہے ہو؟" "ماریہ تو غصہ نہیں کرتی۔" شمائل کی بات سن کر زویا سکتے میں آگئی۔

برکت

تحریر ناہید گل

سائرہ، نینی کا پر آسائش گھر دیکھ کر ہکا بکا رہ گئی۔ "نینی! میں نے تو سنا تھا کلرک کی تنخواہ بہت کم ہوتی ہے، مگر تمہارے ٹھاٹ باٹ دیکھ کر تو ایسا نہیں لگتا۔" سائرہ نے پوچھا۔ "ارے! جاوید کی تنخواہ واقعی میں بہت کم ہے۔ یہ سب تو اللہ کے فضل سے اوپر کی کمائی کی برکت ہے

جنازہ

تحریر ناہید گل

جنازہ گاہ میں تل دھرنے کو جگہ نہیں تھی۔ لوگوں کا جم غفیر امڈ آیا تھا۔ ہر آنکھ اشک بار تھی۔ ہر دل مضطرب تھا۔ وقت کی اس ستم ظریفی پر آسمان بھی رو رہا تھا۔ لوگ آہوں اور سسکیوں کے ساتھ جوق در جوق میت کی طرف بڑھ رہے تھے۔ میری بے چینی بڑھ رہی تھی۔ میں بھی میت کو دیکھنے کے لیے بے تاب تھا۔ آخر میں اس میت کے بالکل قریب پہنچ گیا۔ میں نے جیسے ہی میت کے چہرے سے کپڑا اٹھایا تو میری چیخوں نے آسمان سر پر اٹھا لیا۔ میرے سامنے امت مسلمہ کے حکمرانوں کا مردہ ضمیر کفن میں لپٹا پڑا تھا۔

ذہنی مریض

تحریر ناہید گل

ٹی وی پر چلنے والی ایک خبر دیکھ کر فضہ کو بچپن سے لے کر جوانی تک تمام وہ واقعات یاد آنے لگے جب جب راہ چلتے مردوں نے خود کو برہنہ کیا۔ "بے جی! بعض مرد عورت کو دیکھتے ہی کپڑوں سے باہر کیوں ہو جاتے ہیں؟" فضا نے افسردگی سے پوچھا۔ "بیٹی! کچھ ذہنی مریض ہوتے ہیں خارش زدہ۔" بے جی نے کن
کھیوں سے شوہر کی جانب دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

مہارت

تحریر ناہید گل

زینب گزشتہ کئی روز سے دفتر کے چکر کاٹ رہی تھی۔ ہر بار اس کی فائل میں کوئی نہ کوئی مسئلہ نکل آتا تھا۔ آج بھی تین چار گھنٹوں سے انتظار میں بیٹھی ہوئی تھی کہ زینب کی کولیگ سارہ جو پہلے دن ہی آئی تھی، مسکراتی ہوئی دفتر سے باہر نکلی۔ "لگتا ہے تمہاری فائل منظور ہو گئی ہے؟" زینب نے سارہ سے پوچھا۔ "بالکل، بھئی! آج کل اپنا کام نکلوانے کے لیے مہارت کی ضرورت ہوتی ہے۔" سارہ نے اپنا بلاؤز ٹھیک کرتے ہوئے کہا۔ زینب دہل کر رہ گئی

نام

تحریر ناہید گل

"واہ! وقاص؛ ملک کے مشہور میگزین میں تمہارا نام چھپا ہے۔" وقاص نے بے صبری سے اکبر کے ہاتھ سے میگزین جھپٹا اور اپنے نام کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہنے لگا، دیکھ اکبر تیرے بھائی کا نام کیسا جگمگا رہا ہے۔" چند دن پہلے وقاص نے اپنی بہن کو اس شرط پر میگزین میں لکھنے کی اجازت دی تھی کہ صنوبر اپنے نام سے نہیں لکھے گی۔ البتہ "ہمشیرہ وقاص" کے نام سے لکھ سکتی تھی۔

تحریر ناہید گل

امیر ترین

تحریر ناہید گل

"تم نے تو کبھی خواب میں بھی برینڈڈ کپڑے، جیولری اور گاڑی نہیں دیکھی ہوگی۔" احساس برتری کے شکار سعید نے اپنی نئی نویلی دلہن رمشہ کی عزت نفس مجروح کرتے ہوئے کہا۔ رمشہ جس نے اپنے تنخواہ دار کزن جنید کو ٹھکرا کر سعید کا رشتہ دولت کی وجہ سے قبول کیا تھا تلملا کر رہ گئی اور گاڑی سے باہر دیکھا۔ تلملا کر رہ گئی اور گاڑی سے باہر دیکھنے لگی کہ اچانک چونک پڑی۔ سڑک کی دوسری جانب اس کا کزن جنید اپنی بیوی کو بڑے ہی پیار سے گجرے پہنا رہا تھا۔ اس کی بیوی کے چہرے کی خوشی اور اطمینان دیکھ کر یوں لگ رہا تھا جیسے وہ دنیا کی امیر ترین بیوی ہو۔

تنگ حالات

تحریر ناہید گل

شاکر "برینڈڈ پرفیوم" خرید رہا تھا کہ موبائل کی گھنٹی بجی۔
"ہیلو! شاکر بیٹا! مجھے دس ہزار روپوں کی اشد ضرورت ہے۔" سبزی فروش چاچا نے بھتیجے سے قرض مانگا۔ "معذرت، چچا جان! ان دنوں میرا اپنا ہاتھ بہت تنگ ہے۔"

حلال گوشت

تحریر ناہید گل

عابد قصائی نے جب سے یہ پیشکش کی تھی، اپنی نظروں کے سامنے "جانور ذبح کروائیں، حلال گوشت پائیں" تب سے اس کی دکان پر

رش بڑھ گیا تھا۔ رشوت خور، جسم فروش، ذخیرہ اندوز، سود خور، وراثت میں بہنوں کا حق اور یتیموں کا مال کھانے والے بھی حلال گوشت کے حصول کے لیے قطار میں لگے ہوئے تھے۔

بیوپاری

تحریر ناہید گل

جیلانی نے کم سن بچیوں کی پورن ویڈیوز کا کاروبار شروع کیا تو حرام کی کمائی کے ڈھیر لگ گئے۔ دولت کی چکا چوند نے جیلانی کو اندھا کر دیا تھا۔ "چھو! ذرا نئی ویڈیوز تو لگاؤ، دیکھیں بیوپاری نے کیسا مال بھیجا ہے۔" جیلانی نے اپنے کارندے سے کہا۔ اچانک کمرہ جیلانی کی فلک شگاف چیخوں سے گونج اٹھا۔ آنے والی نئی ویڈیوز میں ایک ویڈیو اس کی بیٹی کی بھی تھی۔

خودغرض

تحریر ناہید گل

"تمہاری جرات کیسے ہوئی میری بہن اور اس کے بچوں کے کھانے پینے پر اعتراض کرنے کی؟ مجھے اپنے بھانجے اپنی اولاد سے بھی بڑھ کر ہیں۔ میرے بچے مرتے ہیں، مر جائیں، مگر اپنے بھانجوں پر آنچ تک نہیں آنے دوں گا۔" اشرف غصے میں بے حواس کھو بیٹھا تھا۔
"اشرف! خدا را، اپنے بچوں کو بد دعا تو نہ دو۔" سونیا گڑگڑائی۔ "میرے آگے زبان چلاتی ہو! اپنے بچے اٹھاؤ اور میرے گھر سے دفع ہو جاؤ۔" بھاوج کو بچوں سمیت گھر سے نکلوا کر اشرف کی دونوں بہنیں، اپنے اپنے خاندان سمیت اشرف کے گھر منتقل ہو گئیں۔ کئی سال بیت گئے، اشرف کماتا رہا اور اپنی بہنوں کے خاندانوں کو پالتا رہا۔ تنہائی اور دن رات کی محنت و مشقت نے اشرف کو چارپائی سے لگا دیا۔
"امی! ماموں تو وبالِ جان بن چکے ہیں۔" ہاں بیٹا، انہیں اولڈ ہوم چھوڑ آؤ۔" خودغرض بہن بولی۔

چالاکی

تحریر ناہید گل

ملازمہ نسرین اپنے بچوں کو رغبت سے کھانا کھاتے دیکھ کر دل ہی دل میں اپنی چالاکی پر خوش ہو رہی تھی، دوسری طرف مالکن اس بات پر مطمئن تھی کہ آج جب نسرین گلی کے آوارہ کتوں کو زہر آلود گوشت ڈالے گی تو ان سے ہمیشہ کے لیے جان چھوٹ جائے گی۔

احتیاط

تحریر ناہید گل

"پچھلے کچھ دنوں سے مدیحہ کے رویے میں واضح تبدیلی آئی ہے۔ جماعت کی سب سے ہونہار طالبہ تھی اب ہر ٹیسٹ میں فیل ہو رہی ہے۔" چھٹی جماعت کی انچارج مس نوشین نے مدیحہ کی والدہ سے بات کرتے ہوئے کہا۔ "مس جی! میں تو خود بہت پریشان ہوں ہماری باادب بیٹی تھی اب ہر وقت لڑتی رہتی ہے بڑے بوڑھے بھی بہت بدتمیزی کرتی ہے۔" پریشان والدہ نے کہا۔

"مدیحہ بیٹی ادھر آؤ، کیا آپ امی ابو سے بدتمیزی کرتی ہو؟" ٹیچر نے پیار سے پوچھا "مجھے ان سے نفرت ہوگئی ہے۔ اس رات جب میری آنکھ کھلی ت۔۔تو۔۔۔۔۔وہ، بابا بے شرم ہیں۔" معصوم مدیحہ ان کہی بات کہتے ہوئے رونے لگی۔

انتظار

تحریر ناہید گل

علیمہ کا بیٹا بیمار ہوا تو وہ ملازمہ کے بچوں کے لیے کھانے پینے کی اشیاء بھجوانے لگی تاکہ بچے دل سے دعا کریں۔ جیسے ہی علیمہ کا بیٹا تندرست ہوا۔ اس نے ملازمہ کو اشیاء دینا بند کر دیں۔ ملازمہ کے بچے ماں کو خالی ہاتھ آتا دیکھ کر اداس ہو جاتے۔ ایک دن اپنی ماں سے پوچھنے لگے۔ "اماں! مالکن کا بیٹا پھر کب بیمار ہوگا؟"

چاکلیٹ

تحریر ناہید گل

"کل پھر آنا دو چاکلیٹ دوں گا۔" فحش ویڈیوز دیکھنے کے شوقین سترہ سالہ عمیر نے سہمے ہوئے سات سالہ کزن کو چاکلیٹ پکڑاتے ہوئے کہا۔

اکلاپا

تحریر ناہید گل

"ایسے کیسے ہوسکتا ہے؟ لوگ کیا کہیں گے؟ آپ کی شادی کی کوئی عمر ہے؟ آپ اماں سے بے وفائی کرنا چاہتے ہیں؟" پانچ سال سے رنڈوے باپ کی دوسری شادی کی خواہش پر اویس صاحب کی اولاد ہنگامی طور پر باپ کے گھر جمع ہوئی، باپ پر سوالات کی بوچھاڑ کر رہی تھی۔ اکلاپے کے شکار اویس صاحب کی ساتھی کی خواہش نے ان کی اولاد کو سیخ پا کر دیا تھا۔ باپ کو تنبیہ کرنے کے بعد بیٹے اور بیٹیاں اپنے اپنے خاندان سمیت پکنک منانے چلے گئے۔

اسٹائلش

تحریر ناہید گل

"آپی! کچھ رشتے دار امریکہ، برطانیہ، اٹلی وغیرہ میں ہونے چاہئیں۔ بزہ کی طرح! اسٹائلش جوتے، اسٹائلش بیگ، اسٹائلش جرسیاں قسم سے اس کے تو وارے نیارے ہیں۔" منہا نے کلاس فیلو بزلہ سے شدید متاثر ہوتے ہوئے کہا۔ آپی، جو کہ خبریں سننے میں مگن تھی چونک کر بولی، منہا! وہ تمہاری کیلی بزلہ ہے نا؟ نیوز نمائندہ جو سنڈے بازار کی رونق پر براہ راست خبر دے رہا تھا بالکل اس کے پیچھے جرسیوں کا شاپر بھرے کھڑی بزہ کو دیکھ کر منہا ہکا بکا رہ گئی۔

پیچھا

تحریر ناہید گل

"یہ وہی لڑکی ہے جس نے گھر سے بھاگ کر شادی کی ہے۔" "سنا ہے! وہ، جس نے گھر سے بھاگ کر شادی کی تھی اس کی بیٹی ہوئی ہے۔"
"رشیدہ کا بیٹا جس لڑکی کو بیاہ کر رہا ہے۔ اس کی ماں نے گھر سے بھاگ کر شادی کی تھی۔" "فضہ کی نانی نے گھر سے بھاگ کر شادی کی تھی۔"
"یہ اس عورت کی قبر ہے جس نے گھر سے بھاگ کر شادی کی تھی۔"
زندگی اب ایسی بھی شاداب نہیں ہے

السلام علیکم

جوڑوں کا بار بار نکل جانا، ٹوٹی ہڈی کیلیے، مہروں کے درد کیلیے۔۔

رال سفید 50 گرام

گوند ببول 50 گرام

دونوں کا باریک سفوف بنائیں اور ایک ماشہ صبح و شام ہمراہ دودھ استعمال کریں

تاریخ ساز رسالہ خاتون مشرق کی مدیرہ، معروف افسانہ نگار۔شاعرہ، صحافی چشمہ فاروقی

پیشکش۔۔۔سلمی صنم

آج 10 نومبر۔۔

تاریخ ساز رسالہ خاتون مشرق کی مدیرہ، معروف افسانہ نگار۔شاعرہ، صحافی چشمہ فاروقی کا یوم ولادت ہے

پورا نام چشمہ فاروقی، قلمی نام بھی چشمہ فاروقی ہی ہے۔والد کا نام جناب توفیق فاروقی صاحب مرحوم، والدہ کا نام محترمہ سرورہ بیگم صاحبہ ہے۔ 10 نومبر کو اپنے آبائی وطن دہلی میں پیدا ہوئیں۔شریک سفر۔جناب شہزاد فاروقی صاحب ہیں۔ان کی تعلیم بی۔اے بی ایڈ۔ڈپلوما ان جرنلزم ہے

وہ مانتی ہیں کہ قلم کار کا کوئی پیشہ نہیں ہوتا وہ خاتون مشرق اور روپ کی شوبھا کی ایڈیٹنگ کرتی ہیں اور فی الحال ملت ٹائمس کے ویب پورٹل میں سب ایڈیٹر ہیں

تصنیفات:

ٹوٹے پتے۔کشمکش زندگی۔سوچ کی لہریں افسانوی مجموعے ہیں

پہلی اشاعت بقول ان کے انہیں یاد نہیں۔پرتاپ اخبار میں اشعار سے شروعات کی۔

اعزازات: ادبی دنیا میں باجی پکارے جانا کسی اعزاز سے کم نہیں ہے

ایوارڈ:۔پہلا حیات اللہ انصاری ایوارڈ لکھنؤ سے محترمہ شہناز سدرت صاحبہ کی جانب سے ملا۔

پیشکش۔۔۔سلمی صنم

❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊ ❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊❊

معروف افسانہ نگار، صحافی اور شاعرہ چشمہ فاروقی کے یوم ولادت پر پیش خدمت ہے ان کا نمونہ کلام و افسانہ

حمد۔۔۔۔۔۔۔۔

اس کو ہر شے میں نظر آتی ہے قدرت تیری

جس کی بنیاد میں شامل ہے عنایت تیری۔

وہ تری ادا سے غافل نہیں ہوگا ہرگز

دل میں رکھتا ہے جو اللہ محبت تیری۔

منزلیں بڑھ کے قدم چوم لیا کرتی ہیں
جس کو مل جائے مقدر سے ہدایت تیری۔
لاکھ سامان مسرت ہوں مہیا ہم کو
ہے مگر طالب احساں
ہے مگر طالب احساں یہ خلقت تیری۔
کیوں نہ مہکائے زمانے کو گلستاں کی فضا
غنچے غنچے کے تبسم میں ہے نکہت تیری۔
کھولے رکھتا ہے ہمیشہ ہی خزانے اپنے
جانتا کوئی نہیں کتنی ہے نعمت تیری۔
نعت احمد سے ہے پہچان مری عالم میں
خوب چشمہ پہ ہے یا رب یہ عنایت تیری۔

----

(2)

اے رب ذوالجلال ہے میری خطا بلند
لیکن خطا سے بڑھ کے ہے تیری عطا بلند۔
آنکھیں جھکی ہوئی ہیں سروں پر حجاب ہے
کردار منفرد ہے، جو ہم نے رکھا بلند۔
موتی جھلک رہے ہیں جو شبنم کے، اوٹ سے
پھولوں سے گلستاں کی ہوئی ہے فضا بلند۔۔
حسن و جمال، چاند ستاروں کا تذکرہ
اس داستان شوخ میں سب کچھ کہا بلند۔۔
کس کا لہو فضاؤں میں پھیلا ہے ہر طرف
بدلی سے ہو رہا ہے جو رنگ حنا بلند۔۔۔
ٹوٹے ہوئے دلوں کو غزل میں سجا دیا
شیشہ گری میں چشمہ ہے اس کی ادا بلند۔۔

(3)

احساس دیکھئے مرے اشعار دیکھئے

کیا کہہ رہی ہے آپ سے فنکار دیکھئے،

ذرے میں حسن مطلع انوار دیکھئے

الفاظ کی تراش کا شہکار دیکھئے،

تمثیل بن گئی ہو جہاں حسن کی کشش

یوسف کے ساتھ مصر کا بازار دیکھئے،

اہل شعور، اہل نظر آپ ہیں تو پھر

کیا کہہ رہی ہے وقت کی رفتار دیکھئے،

اہل ستم کے جبر و تشدد کے باوجود

حق بولتا ہے اب بھی سر دار دیکھئے،

تابانیوں میں اس طرح گم ہو گئی حیات

چشمہ بھی ہے یہاں پہ گنہ گار دیکھئے،

(4)

فتنے اٹھیں گے تو پیغام تباہی دیں گے

اور تاریک فضاؤں کو سیاہی دیں گے،

میں نے یہ بات خواب میں سوچی بھی نہ تھی

میرے اپنے ہی مخالف کی گواہی دیں گے،

کون سی راہ ترے در پہ لے جائے گی

یہ پتہ راہ تمنا کو وہ راہی دیں گے،

آپ چاہیں تو ہمیں بھول بھی جائیں لیکن

حال دل ہم تو کسی روز سنا ہی دیں گے،

اور نکھرے گی تبھی دار و رسن کی عظمت

سر کو حق بات پہ جب حق کے سپاہی دیں گے،

صرف اپنوں کی شرارت ہے تباہی میں یہاں

آپ کس کس کو یہ الزام تباہی دیں گے،

بے نیازی کا یہ عالم ہے تو اک دن چشمہ

میرے دل کو وہ تڑپ صورت ماہی دیں گے،

(5)

مردہ ہو جاتے ہیں دل موت سے ڈرنے والے

زندہ رہتے ہیں تیرے نام پہ مرنے والے۔

کون سچائی سے منھ پھیر کے جی سکتا ہے

منزلیں پاتے ہیں حق رہ سے گزرنے والے۔

حادثے جب نیا کردار وضع کرتے ہیں

انقلاب آتے ہیں دنیا میں نکھرنے والے۔

گھاو تھپیڑ کا ہوتا تو کوئی بات نہ تھی

زخم الفاظ کے یوں ہی نہیں بھرنے والے۔

تم بدل سکتی ہو اس دور کا نقشہ کوئی

خود تو چشمہ نہیں حالات بدلنے والے۔۔

افسانہ--محسن چشمہ فاروقی

اپنے ہمدرد کو آتا دیکھتے ہی اس کے چہرے پر رونق آ گئی۔اور وہ دوڑ کر اس کا استقبال اپنے انداز میں کرنے لگا۔آنے والے نے بھی اس کے قریب بینچ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔آجا آجا میرے دوست،میری جان بچانے والے آجا،دیکھ آج میں تیرے لیے کیا لایا ہوں،یہ مرغ مسلم ✕ بغیر گھی کی روٹی یہ چاول اور یہ دودھ شاباش آجا دونوں مل کر خوب سیر ہو کر کھائیں گے۔بہت ہو چکا یہ پرہیزی کھانا- اللہ تعالی کی دی ہوئی نعمت ہم کیوں نہ کھائیں آخر کب تک کوئی پرہیز کرے یار آخر پرہیز کی بھی کوئی حد ہوتی ہے- تین سال سے بھی زیادہ گزر گئے ان چیزوں کو کھائے ہوئے بلکہ ان کی طرف دیکھا بھی نہیں آجا چل شاباش پہلے تو کھا لے پھر تجھے دوائی پلاؤنگا۔اور پھر تیرے زخموں پر بھی مرہم پٹی کر دونگا- اس کا محسن اس کے قریب آ کر بیٹھ گیا- اور جو کچھ بھی کھانا اس کے سامنے سجایا گیا تھا خاموشی سے مگر جلدی جلدی کھانے لگا اسے یوں کھاتا دیکھ کر ہمدرد انسان بولا- یار ✕ یہ بیماریاں بھی بڑی عجیب طرح کی ہوتی ہیں- اب دیکھنا ہم دونوں ایک ہی بیماری کے شکار ہیں- تجھے تو پتہ نہیں کہ اس بیماری نے تجھے کب پکڑا- مگر میں پچھلے کئی سالوں سے اس قدر پریشان تھا کہ کیا بتاؤں اس سے چھٹکارا پانے کے لیے میں نے جو کچھ بھی کیا وہ تو بھی جانتا ہے دریہاں کے رہنے والے لوگ بھی- یہ تو اچھا ہے دوست کہ نہ تجھے شوگر ہے اور نہ مجھے ورنہ پتہ نہیں کب یہ مرض ٹھیک ہوتا ور ہوتا بھی یا نہیں- سچ بتاؤں۔شوگر کے مریضوں کو دیکھتا ہوں تو ان پر بڑا ترس آتا ہے بے چارے پانی پی کر اور ہوا کھا کر ہی جی رہے ہیں- کیوں؟ ٹھیک کہہ رہا ہوں یا نہیں- ارے بھئی دیکھنا جہاں کسی کو شوگر ہوئی کہ وہاں اس کی میٹھی ہر چیز بند چاہے سبزی ہو چاہے پھل ہو یا دیگر کوئی بھی اشیاء- چاول بند- آلو بند چائے بند- چینی بند ہر وہ چیز جس میں میٹھے کی ذرا سی بھی امید ہے مکمل طور پر بند کر دینی پڑتی ہے- میں تو دعا کرتا ہوں اے اللہ اس مرض سے سب کو دور رکھے- ارے یار کم سے کم بول آمین تو بول- اوہ میں تو بھول ہی گیا کہ تو تو پیدائشی گونگا ہے- تیرا کھانا ہو گیا اب تو ذرا ستا لے پھر دودھ کے ساتھ گولیاں ملا کر دے دیتا ہوں جب تک تجھے مرہم لگا دوں۔آجا۔دیکھ ماشاءاللہ تیرا زخم کتنا سوکھ گیا ہے دیکھ مجھے دیکھ اب میرے زخم بھی بھرنے لگے ہیں یہ شاید تیری خدمت کرنے کا ہی نتیجہ ہے۔کہ میں بھی اب تیری طرح آرام محسوس کرنے لگا ہوں- پھر اس نے اپنے بیگ میں سے دوائیں اور مرہم نکالا پھر دستانے پہن کر اپنے محسن کے جسم پر آہستہ آہستہ مرہم لگانے لگا۔اس کے بعد دودھ میں دوا ملا کر اسے دیتے ہوئے کہا اب اسے پی لے۔پیٹ بھرا ہونے کی وجہ سے پہلے تو اس نے انا کانی کی۔پھر اس کے اسرار اور دولار کرنے پر سارا دودھ پی گیا۔جب وہ دودھ پی چکا۔تو اس نے اس کا منہ ہاتھ میں لے کر کہا پیٹ بھر کر کھا یہ دوا بھی پی لی۔اب گھر جا کر آرام کر میں رات کو پھر آؤں گا۔گھر کے باہر مت نکلنا ورنہ پھر انفیکشن ہو جائے گا اور تکلیف پھر بڑھ سکتی ہے۔سمجھ گیا نہ؟ چل اب میں چلتا ہوں یہ کہہ کر وہ چلنے لگا تو محسن نے بے معنی اس کے ساتھ چلنے کی کوشش کی تو اس

تو اس نے اسے ڈانٹا ارے چل جا گھر میں میرے ساتھ آنے کی ضرورت نہیں ہے یہ کہہ کر اسے گھر میں دھکیل دیا۔ ن اسے ناراض نظروں سے دیکھنے لگا۔ اور پھر گھر میں چلا گیا۔ اس کے جانے پر ہمدرد انسان نے دستانے بیگ میں رکھے اور آپ نے گھر کی طرف چل پڑا اسے پچھلے کئی برسوں سے کھجلی کی بیماری ہوگئی تھی اور اس کا سارا جسم زخمی ہوگیا تھا اتنا کہ وہ کپڑے تک کے پہننے پر مجبور ہوگیا وہ گھٹنے سے کمر تک کا کپڑا یا تولیہ لپیٹ کر وہ گھر میں قید سا ہوگیا۔ شہر کا ایک ڈاکٹر ایسا نہیں بچا جس سے اس نے علاج نا کرایا ہو۔ اچھے اچھے ڈاکٹر علاج نہ کرسکے اس سے وہ اتنا دل برداشتہ ہوگیا کہ اس نے خودکشی کرنے کی ٹھان لی۔ اس کے گھر والے بھی بے حد پریشان تھے ہسپتال میں رہنے کے بعد بھی وہ شفایاب نہیں ہوا۔ اس کی بیماری کی وجہ سے گھر میں اس کی ہر چیز علیحدہ کردی گئی۔ اس بیماری نے اس کی نوکری پر بھی اثر ڈالا۔ شروع میں تو بیماری کی چھٹی پر گھر میں رہا اور پھر ایسا ہوا کہ نوکری بھی چلی گئی۔ اللہ کا بہت کرم اور نہ ہی ورنہ ہی ورا اور و فضل تھا کہ کھاتے پیتے گھر کا چشم و چراغ تھا۔ اس کی نگہبانی کرنے والے کئی لوگ تھے۔ جن میں اس کی بیوی پیش پیش تھی۔ ایسی حالت میں دونوں اولاد کی دولت سے بھی محروم تھے۔ اس کے گھر والوں کے ساتھ اس کی سسرال والے بھی اس کی صحت کے لئے پریشان تھے۔ اس کے لیے دونوں خاندان دعاگو رہتے تھے۔ بیوی بھی باوفا اور خدمتگزار ملی تھی۔ اس کی خدمت میں دن رات لگی رہتی۔ اس کی تیمارداری میں کمی نہیں دی۔ اور نہ ہی اپنی محبت میں کوئی کمی آنے دی۔ ایک مشرقی عورت کا اس سے بڑا ظرف کیا ہوگا۔ کہ وہ اپنے شوہر کا ہر حال میں ساتھ دے۔ اسے اپنوں کی خدمات، محبت اور شفقت کا پوری طرح احساس تھا لیکن اپنی تکلیف اور بیماری کو وہ بہتر جانتا تھا اور اس بڑھتی ہوئی بیماری نے اسے خودکشی جیسے گناہ پر اکسایا۔ اور پھر ایک دن سمندری علاقے میں جا کر بھری دوپہر میں پانی میں چھلانگ لگا دی۔ اس کے پانی میں کودتے ہی ایک اور نے بھی اس کے پیچھے چھلانگ لگا دی اسے بچانے کے لئے۔ وہ شاید اس کے ارادے کو بھانپ چکا تھا۔ اور یہ بات اچھی طرح جانتا تھا کہ اس طرف کوئی تیرنے کبھی نہیں آتا۔ اس نے بڑی مشکل سے اور قدرت کی بخشی حکمت عملی سے اسے بچا لیا۔ وہاں موجود کچھ لوگوں نے جب یہ سب دیکھا تو پہلے اس کے پیٹ کا پانی نکالا اور جب اس کے جسم کو دیکھا تو گھن کھا کر پیچھے ہونے لگے۔ ایک عورت زور سے چلائی مرد ہو کر خودکشی کرتا ہے شکر کر اس گونگے نے تجھے بچا لیا۔ سب بولے واہ گونگے تو نے تو کمال کر دیا آخر تیرا ہی بھائی ہے نا۔ اور سب چلے گئے سب کے جانے کے بعد اس کا محسن اس کے پاس بیٹھا رہا۔ تب وہ بھڑک اٹھا۔ کمبخت تو نے مجھے کیوں بچایا کیوں مرنے نہیں دیا؟ پھر جب اپنے بچانے والے کے جسم پر اس کی نظر پڑی تو وہ کراہتیں ہوئے بولا ارے اتو تو مجھ سے بھی زیادہ بری حالت میں ہے پھر بھی تو نے مجھے بچایا۔ کیا یہیں رہتا ہے؟ مگر کس کے پاس۔ کون تجھے دیکھتا ہے؟ مجھے دیکھنے والے تو بہت ہیں۔ پر تیری تیمارداری کون کرتا ہے، کسی ڈاکٹر کو بھی نہیں دکھایا ہوگا۔ اوہ خدا---- یہ تیرا کیسا انصاف ہے میرے لیے میری خدمت کے لیے گھر بھرا ہے۔ مگر اسے کون دیکھتا ہوگا۔ یہ تو منہ سے کچھ کہہ بھی نہیں سکتا۔ استغفر اللہ۔ معاف کرنا میرے خدا۔ میں بھول گیا نگہبانی کرنے والا تو تو ہے۔ اے اللہ میرے اس قدم کو معاف کر کہ میں نے گناہ کے لیے سوچا اور اسے عملی جامہ پہنایا پھر اس کے ذریعے تو نے مجھے بچایا شاید اس کی تیمارداری کے لیے ہاں ہاں ایسی بات ہے۔

اس دن کے بعد سے وہ اپنے ساتھ اپنے محسن کا بھی علاج کروانے لگا۔ صبح شام اس کی تیمارداری کرنا اور اس بے چارے کو دونوں وقت کھانا کھلانا اب اس کی ذمہ داری میں شمار ہو چکا تھا۔ اور وہ یہ سب کچھ کیوں نہ کرتا آخر وہ اس کا محسن تھا اور اس کی جان بچائی تھی۔ اور اس تیمارداری کی وجہ سے اللہ کو بھی اس پر رحم آ گیا تھا۔ کیوں کہ اپنے محسن کے ساتھ وہ بھی صحت یاب ہونے لگا تھا۔

کبھی کبھی ناکردہ گناہ کی سزا بھی اللہ تعالیٰ دنیا میں دکھاتا ہے۔ اس وقت بھی اگر نیک کام کی ترغیب انسان اپنائیں تو اس کا اجر نظر آنے لگتا ہے۔ اور ایک دن ان کی زندگی میں وہ وقت بھی آیا۔ کہ ان دونوں نے خدمت تیمارداری اور دعاؤں سے شفا حاصل کرلی۔ اب ہمدرد انسان اچھے کپڑے پہننے لگا وہیں اس کے محسن کا حسن بھی ظاہر ہونے لگا۔ اسی خوشی میں اس نے اپنے محسن سے ایک دن کہا دوست یہ ضرور میرے کسی بڑے گناہ کی سزا تھی جو مجھے مل گئی۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اس بیماری سے چھٹکارا دلا دیا۔ آؤ اب تم اس گھر میں نہیں رہو گے ہمارے ساتھ ہمارے گھر کے باہر اچھے گھر میں رہو گے جہاں تمہیں آرام ملے گا چلو گھوم پھر کر آتے ہیں۔ مگر مجھے اب چھونے کی کوشش مت کرنا۔ ورنہ نماز پڑھنے کے لیے غسل کرنا ہوگا۔ یہ کہہ کر اس نے اپنے محسن کو چمکارا اور پھر وہ گونگا محسن اس کے ساتھ اس کے آگے پیچھے دائیں بائیں اچھلتے کودتے اور دم ہلاتے ہوئے چلنے لگے۔

غزل

---خدا---جسم---مرضی---

سنا ہے کہتے ہو تم میرے جسم پہ میری مرضی ہے

آ ؤ ذرا سوچے کہ اس جسم میں کیا تمہارا ہے--

خاک کے تم پتلے ہو خطا پہ نکلے ہو جنت سے

دنیا میں آ کر کہتے ہو یہ سب کچھ تو ہمارا ہے--

خدا کے تم محتاج ہو ایک سانس لینے کے لیے بھی

چند سانسوں کی تمکو مہلت نہیں بولو کیا تمہارا ہے-

یہ غرور و تکبر یہ جسم و جان سب عطاء خدا

مجھ میں کیا ہے میرا سب کچھ ہی تمہارا ہے-

سوچ تمھاری ہے جسموں تک خدا تک کیسے پہنچوں گے

وہ تو ہر ذرے میں ظاہر ہے مگر سوچ صرف تمہارا ہے--

ابھی وقت ہے توبہ کا ابھی سانسوں کی بھی مہلت ہے

جب نکل جائے گی روح جسم سے پھر کہنا جسم ہمارا ہے

.... ازقلم محمد وقاص انور

غزل

خیال سود وزیاں کو بھلا کے عشق کرو
دلوں سے داغ تنفر مٹا کے عشق کرو

یہ دور آہ وفغاں کا ہے سومری جاناں
ہوں پہ نغمۂ عشرت سجا کے عشق کرو

تمنا دل میں ہے مہ پارہ کی تمہارے گر
تو میری، تو یہ دنیا کما کے عشق کرو

نہ بچھڑے کوئی جہاں میں اگر یہ چاہت ہو
خطائیں دل سے سبھی کی بھلا کے عشق کرو

متاعِ عشرتِ دنیا کا غم نہیں ہوگا
نظر سے ہم کو کبھی جو بچا کے عشق کرو

ایس قمر انجم دربھنگوی

غزل

روز جیتے مرتے ہیں لوگ
اف کیا کیا سہتے ہیں لوگ
اپنوں سے جو دکھ پائے
کب کسے کہتے ہیں لوگ
سب کے طعنوں سے ڈر کر
ہونٹ سیے رہتے ہیں لوگ
جو بھی چاہے وار کرے
ہائے کتنے نہتے ہیں لوگ
اپنی آنکھوں سے اشرف
آنسو بن بہتے ہیں لوگ

اشرف بابا
سرینگر کشمیر

غزل

تعلق غیر سے رکھ کر دغا کیوں مجھ کو دیتے ہو
محبت گر نہیں کرتے دعا کیوں مجھ کو دیتے ہو
خدا ناراض ہوتا ہے کسی کا دل دکھنے سے
کسی کی من کر دبر سزا کیوں مجھ کو دیتے ہو
مرے دلبر ترے بن ہے مرا جینا بڑا مشکل
تو پھر دنیا کی نظروں میں گرا کیوں مجھ کو دیتے ہو
ترے جیسا حسیں میں نے نہیں دیکھ زمانے میں
تو اپنے راستے سے پھر ہٹا کیوں مجھ کو دیتے ہو
میں عاشق ہوں ترا خانی تمہیں یہ سب بتاتا ہوں
تو پھر تم زہر جیسی اب غذا کیوں مجھ کو دیتے ہو

از قلم ابوبکر خان

غزل

غیر سے رکھ کر دغا کیوں مجھ کو دیتے ہو
محبت گر نہیں کرتے دعا کیوں مجھ کو دیتے ہو
خدا ناراض ہوتا ہے کسی کا دل دکھانے سے
کسی کی مان کر دلبر سزا کیوں مجھ کو دیتے ہو
مرے دلبر ترے بن ہے مرا جینا بڑا مشکل
تو پھر دنیا کی نظروں میں گرا کیوں مجھ کو دیتے ہو
ترے جیسا حسیں میں نے نہیں دیکھا زمانے میں
تو اپنے راستے سے پھر ہٹ کیوں مجھ کو دیتے ہو
میں عاشق ہوں ترا خانی تمہیں یہ سب بتاتا ہوں
تو پھر تم زہر جیسی اب غذا کیوں مجھ کو دیتے ہو

از قلم ابوبکر خان

غزل

غزل یاسمین کنول پسرور

ہم کوتو چاہیے الفت وہ محبت اپنی

جس میں ہو دل کو سکوں ایسے حکومت اپنی

جس میں اخلاق کے بجتے ہو※ دھارے نہ میں

ہم کوتو یاد نہیں کوئی بھی عادت اپنی

لے کے جاتی ہے یہ اغیار کے در پر اکثر

پوری ہوتی نہیں جب بھی یہ ضرورت اپنی

روز خبریں ہیں نئی اور منا ظر ہیں ان※

جانے کس سمت گئی آج سیاست اپنی

سننے والے بھی پریشان ہو※ اور حیراں

جانے کیا کرتی ہے انصف عدات اپنی

اپنے حق کے لیے بولو گے تو حق ملتا ہے

ہم کو مروا※ گی اک روز شرافت اپنی

کر لے کچھ کام تو انساں کی بھلائی کے کنول

ورنہ کس کام کی ہوتی ہے عبادت اپنی

غزل

گھوم پھر کے وہ مرنے آئی ہے
کچھ نہ کچھ کر گزرنے آئی ہے
کر کے وعدہ وہ محبت کا
عشق میں وہ مرنے آئی ہے
چھوڑ کر وہ سارا جہاں
میرے دل میں اترنے آئی ہے
کیا تھا جو وعدہ بچپن میں
اسے اب وہ نبھانے آئی ہے
کبھی دیکھا نہیں جی بھر اسے
خواب میں وہ سنورنے آئی ہے
کر کے برباد زندگی میری
وہ اب اظہار کرنے آئی ہے
جب موت آ گئی سر پہ ارشد
زندگی تب سنورنے آئی ہے

ارشد انصاری لکھیم پور یوپی انڈیا

غزل

ہم کو پالا پڑا اناڑی سے
سانپ نکلے نہیں ہیں جھاڑی سے
اتنی مہنگائی کم ہے اجرت
کیسے گزرے گی اس دیہاڑی سے
کون میرا وطن بچائے گا
پھر سیاست کے اس کھلاڑی سے
اس زمیں کو یونہی سدا سینچو
ملک چلتا ہے کھیتی باڑی سے
رش تو معصوم راستے میں تھا
دور میں ہو گیا ہوں گاڑی سے

انعام الحق معصوم صابری

افسانہ

نازنین

نورین خان پشاور پاکستان

آ ئے موسم رنگیلے سہانے

جیا نہیں مانے

تو چھٹی لے کے آ جا بالما

زبیدہ خانم نے یہ گانا

سنہ 1957 میں ریلیز ہونے والی فلم 'سات لاکھ' کے لیے گایا تھا اور اس فلم میں مرکزی کردار صبیحہ خانم اور سنتوش کمار نے ادا کیا تھا۔

یہ گانا پرانے ریڈیو پر چل رہا تھا اور پاس چارپائی پر نازنین تکیے پر سر رکھ کے لیٹی ہوئی تھی اور سوچوں میں گم تھی

قریب چارپائی کے پاس لکڑی کی ایک میز پڑی ہوئی تھی جس پر گرم چائے کا کپ پڑا ہوا تھا اور ساتھ ہی اے آر خاتون کا مشہور ناول شمع بھی

جس کو نازنین تقریباً نصف پڑھ چکی تھی اور اس صفحے پر مور کا ایک رنگین پنکھ رکھ دیا تھا کہ یہاں پھر سے شروع کرونگی

نازنین اپنی سوچوں میں گم مسلسل آسمان کو دیکھ رہی تھی کہ کیسے شام کا آسمان نکھر کر گہرا نیلا اور اس قدر وسیع ہو چکا ہے

اچانک دروازے کی سرسراہٹ کی آواز پر وہ چونک جاتی ہے دیکھا تو دروازے کے پیچھے سے جانی پہچانی آواز سنائی دی

میری جان نازنین کہاں ہو؟

نازنین

نازنین

اسکے سامنے اسکی پڑوسن اور بچپن کی سہیلی مہ ناز کھڑی تھی جس نے پیلے جارجٹ کا باریک سوٹ پہنا ہوا تھا اور سبز رنگ کا ریشمی ڈوپٹہ بڑے سلیقے سے اوڑھا ہوا تھا جسکے بارڈر پر پیلے رنگ کے پھولوں کی کڑھائی ہوئی تھی اور پیروں میں سنہری رنگ کے سینڈل پہنے ہوئے تھے جو اسکے بھائی گاؤں کے میلے سے اسکے لئے لائے تھے۔ مہ ناز بڑی بے تکلفی سے نازنین کے پاس بیٹھ جاتی ہے اور وہ بھی گانے پر جھومنے لگتی ہے۔

آئے موسم رنگیلے سہانے جیا مانے نا

اور ڈوپٹہ لہرا لہرا کے اپنے نازک سی کمر کو ہلا ہلا کر جھوم رہی تھی

واہ نازنین یہ کیا تمھاری چائے تو ٹھنڈی ہو رہی ہے پیو نا

نہیں میرا دل نہیں تم پیو

اس پر مہناز مزے سے چائے پینے لگتی ہے اور ساتھ ساتھ باتیں بھی کرتی ہیں

چائے پینے کے بعد مہناز نے کہا ٹھو نازنین یہ دیکھو میں کیا لائی ہوں؟ اور اپنے ساتھ لائے ہوئے شاپر کو کھول کے اس میں سے مکئی کا ایک بھٹہ نکالا اور کھانے لگی جس سے مزے کی سوندھی سوندھی خوشبو آرہی تھی اور پھر دوسرا مکئی کا بھٹہ نکال کے نازنین کو دیا اور کہا یہ کل ابا جان کھیتوں سے لائے تھے تو میں نے یہ تمھارے لئے رکھ لئے نازنین نے دیکھا کہ بھٹہ سنہری مائل سیڈکا ہوا تھا اور دانے کسی سنہرے شفاف موتیوں کی سی جھلک لئے ہوئے چمکدار اور مزے دار تھے اور کھانے میں بھی بے حد لذیذ تھے

مہناز نے پوچھا نازنین کیا ہوا دو دن ہو گئے تم دو دن سے ہمارے گھر نہیں آئی حالانکہ ایک دیوار کا فاصلہ ہے مجھے فکر ہوئی کہ کہی لڑکی بیمار تو نہیں تم بھی نا

نہیں مہناز بس میں کاموں میں مصروف تھی کل سے بابا کے کچھ پرانے دوست آئے ہوئے تھے انکی دعوت تھی تو اسکے لئے کھانا پکانا اور انتظام کرنا تھا اور اوپر سے شمو بھی کام پے نہیں آئی اپنے ماموں کے گھر گئی ہے اسکی ممانی کی خالہ کے گھر منگنی تھی تو کہہ رہی تھی منگنی کا سارا انتظام میں کرونگی منگنی پے دودھ کا شربت تیار کیا جاتا ہے جس میں چھوارے اور الائچی ڈال کر اسکو پکایا جاتا ہے اور پھر مہمانوں کو پیش کرتے ہیں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جس دلہا یا دلہن کی منگنی ہو اور وہ دودھ کا شربت پی لے تو اسکے گلاس کا بچا ہوا دودھ جو چکھتا یا پیتا ہے اسکی شادی جلد ہوتی ہے اور شمو اسی شوق میں گئی ہے

ہاہاہاہا مہناز نے زور سے قہقہہ لگایا اور بولی ارے یار یہ تو ہمارا بھی شوق ہے نہ اے کاش کوئی مجھے بھی یہ دودھ والا لذیذ شربت پلا دیں

ابھی یہی باتیں چل رہی تھی کہ نیچے سے نازنین کی پھوپھو کی آواز آئی ارے لڑکیوں نیچے آو بادل آگئے ہے ور طوفان کا اندیشہ ہے

نازنین کی پھوپھو پینتالیس سے اوپر کی تھی اور کنواری تھی شادی کی عمر بیت چکی تھی سیدھی سادی گھریلو خاتون تھی اور گھر کا سارا انتظام اسی کے ہاتھ میں تھا

مہناز نے اوپر سے جواب دیا اچھا پھوپھو ہم آتے ہیں ابھی تو موسم بھی عاشقانہ ہو گیا ہے اور سہیلی بھی پاس ہے مہناز بہت خوش تھی

آسمان پر گھنگور گھٹائیں چھائی ہوئی تھی موسم ابر آلود ہو چکا تھا نیلا آسمان پل بھر میں کالی گھٹاوں سے چھپ گیا اور اب غضبناک لگ رہا تھا ساتھ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چلنے لگی۔۔۔۔

اچانک بوندہ باندی شروع ہوگئی ورنازنین چارپائی سے تکیہ اٹھا پاس سٹور روم میں لے گئی جو چھت پر ہی بنا ہوا تھا
ریڈیو پر محمد رفیع کا گانا نشر ہونے لگا
آج موسم بڑا بے ایمان ہے بڑا بے ایمان ہے
اس گانے پر مہناز اور جھومنے لگی اور بارش مزید تیز ہوگئی نازنین بھی بارش میں بھیگتی گئی
اسی دوران نازنین کے بھائی اشتیاق اوپر آگئے اور اسکے ہاتھوں میں لوہے کے راڈ تھے وہ رکھنے آئے تھے۔ اس نے دیکھا کہ مہناز مسلسل جھوم رہی ہے اور اسکا جسم جارجٹ کے پیلے سوٹ میں نظر آرہا تھا اسکا سبز ریشمی ڈوپٹہ مکمل بھیگ چکا تھا اور اسکے جسم کیساتھ چپک چکا تھا بس پہنے اسے وہ مکمل نظر آرہی تھی جیسے ہی مہناز نے اشتیاق کو دیکھا تو شرما گئی
اشتیاق سر جھکا کے بولا نیچے پھوپھو بلا رہی ہے مہناز نے کہا
اشتیاق اشتیاق رک جاو ایسے بھی کیا جلدی ہے؟
مجھے معاشرتی علوم کی کتاب چاہیے جو تمھارے پاس ہے
یہ سن کر اشتیاق جانے لگا تو مہناز اسکے سامنے سینہ تھان کے کھڑی ہوگئی
اشتیاق بولا دیکھو باجی مجھے تنگ نا کرو مجھے اور بھی کام ہے بابا جان کے کل مہمان آرہے ہیں انکے لئے انتظام کرنا ہے تم لوگوں کیطرح فارغ نہیں
یہ کہہ کر چلا گیا
مہناز ناراض ہو کر بیٹھ گئی تو نازنین نے اسے کہا پگلی میرا بھائی سیدھا سادہ ہے سکو کیا پتہ کہ تم اس سے پیار کرتی ہو
جب تک تم اسے بتاو گی نہیں تب تک وہ نہیں سمجھے گا یہ سن کر مہناز بولی اچھا تو اشتیاق صاحب موٹی عقل کے مالک ہے چلو کچھ نہیں بتادونگی چلو نیچے چلتے ہیں
بارش مسلسل برس رہی تھی
ارے لڑکیوں یہ کیا حال بنا رکھا ہے؟ مکمل بھیگ گئی ہو جاکے کپڑے بدل لو ابھی نازنین کے والد اور بھائی آتے ہونگے
نہیں آئے گے چچی جان وہ لوگ حجرے میں کام کر رہے ہیں پشمینہ پھپھو بولی
چچی جان نازنین کے دور کی رشتے میں چچی لگتی تھی اور انکے خاوند 1947 کے فسادات میں فوت ہوئے تھے کم عمری میں ہی بیوہ ہوگئی تھی اور خاندان رشتے دار سب ہندوستان بنگال فسادات میں شہید ہوگئے تھے کوئی ناتھا بس یہ ایک بھتیجا حشمت خان رہ گیا تھا اور چچی جان کا جینا مرنا ہمارے ساتھ تھا

کپڑے بدنے کے بعد پکوڑے بنالینا چائے کیساتھ پشمینہ پھپو نے کہا

نازنین اور مہناز کیچن میں چلی گئی نازنین نے چولہے پے چائے رکھی اور مہناز نے بیسن میں مصالے ڈالے اور پھینٹنے لگی ساتھ آلو بھی کاٹنے لگی اور پیاز بھی دونوں مصروف ہوگئی کیچن کی کھڑکی سے ٹھنڈی ہوائیں آرہی تھی،

مہناز نے دیکھا کہ اشتیاق حجرے سے آرہا ہے تو فورا کیچن سے نکلی اور چچی جان سے بولی چچی جان پکوڑے آلو کے بناؤں یا پیاز کے

چچی جان نے کہا دونوں کے بناو

اشتیاق نے نظریں چرا کے کہا امی کہاں ہے؟ نازو

نازنین نے کہا بھائی جان امی محلے میں ختم پر گئی ہے مہناز نے اشتیاق سے کہا آپ تو پکوڑے کھائنگے نا؟

جی باجی کھونگا۔۔۔

اس پر چچی جان قہقہہ لگا کے ہنسی کہ ارے میاں کیسی باجی مہناز تمھاری ہم عمر تو نہیں تم سے دو مہینے چھوٹی ہے

یہ سن کر مہناز خوش ہوگئی۔۔

چچی جان نے کہا پشمینہ بیٹی وہ گرم سوٹ تو دیکھو جو تمھاری ماں بازار سے لائی تھی۔

جی چچی جان ابھی لائی۔۔

ایک تو یہ کمبخت ریڈیو نہیں چلتا رک گیا ہے۔

ارے کمو پرس کھیتے ہوئے بچے کو جو دوحجرے سے اپنے اشتیاق بھائی کو بلا دو کہ میرا یہ ریڈیو ٹھیک کر دیں۔

کمو نہیں میرا نام کمال خان ہے کمال خان چچی جان اچھا اچھا چل جو بھی۔۔۔

اشتیاق سے ارے اشتیاق بیٹا میرا یہ نگوڑا ریڈیو تو ٹھیک کردو چل نہیں رہا۔

اشتیاق نے ریڈیو کو چیک کیا تو ایک سیل نکلا ہوا تھا دونوں سیل لگا دیے تو ریڈیو چلنے لگا۔

چچی جان نے کہا جیو میرے بچے جیو۔

ابھی میرا پسندیدہ پروگرام شروع ہوگا۔

اور ریڈیو پر پرانے گانے چلنے لگے اس دوران مہناز چائے اور پکوڑے بھی لے آئی اور پیالیوں میں گرم گرم چائے ڈالنے لگی،

ساتھ آلو بخارے اور املی کی چٹنی بھی تھی۔

نازنین مجھے ایک کپ چائے دو مجھے پھر کام ہے۔

مہناز نے چائے کا کپ فوراً ہاتھ میں پکڑا دیا۔

اور دل میں سوچنے لگی کہ۔۔۔

تمہاری آغوش پھولوں کا وہ بستر ہے جہاں صدیاں گزاری جا سکتی ہیں۔

کبھی تو مجھے سمجھو۔۔

اشتیاق چائے کا کپ تھامے باہر چلا گیا۔

چچی جان نے کہا مہناز تمھارا اور نازنین کا سالانہ امتحان کب ہے؟

اگلے ہفتے چچی مگر کیوں کیا ہوا،،،،

اس لیے کہ تم دونوں کی شادی کروادی جائے۔

اسلام علیکم امی نازنین نے سلام کیا۔

وعلیکم اسلام بیٹی۔

شکر ہے حشمت خان کی دلہن تم آ گئی مجھے بڑی فکر تھی کہ اس بارش میں پھنس نا جاو کہی۔

نہیں چچی جان مجھے بابا تانگے پر چھوڑ گیا بارش شروع ہونے سے پہلے ہی نسرین کے گھر سے نکل چکی تھی یہ بتا ئیں کہ حشمت خان کے مہمان کل آ رہے ہے یا نہیں۔۔۔

ہاں دلہن کل ان شااللہ وہ لوگ اپنے گاوں سے نکلے گے تو دوپہر تک پہنچ جائے گے اور وگ کتنے ہیں ندیم ہے کھلم کھلا اور اسکا ماموں دولت خان بیچارے ندیم کے ناں ماں ناباپ زندہ ہے

اچھا چھا میں ذرا شام کی ہانڈی پکاوں حشمت خان کی فرمائش ہے کہ آج کریلے گوشت پکائیں جائے ایک تو دلہن تمھیں آرام راس نہیں آتا ہروقت کام کام اور بس کام توبہ ہے

چچی جان کے پسندیدہ گانے ،ریڈیو پر لگے ہوئے تھے کہ اچانک پڑوس سے رشیدن خالہ آ گئی اور ساتھ ڈونگے میں زردہ لائی تھی

اسلام علیکم چچی جان کیسی ہو؟

کیا تمھارا دماغ خراب ہوگیا ہے ،رشدین جو مجھے چچی جان کہہ رہی ہو میں تو خود تم سے دو سال چھوٹی ہونگی زیادہ چھوٹی بچی بننے کی ضرورت نہیں چچی جان منہ بسور کے بیٹھ گئی اور ریڈیو بند کر دیا

میں تو ایسے ہی کہہ رہی تھی بہن تم تو ناراض ہی ہوگئی اچھا معاف کر دو۔۔۔۔۔۔۔

واعلیکم اسلام اچھا اب آئی ہو تو بیٹھ جاو

نوید کی ماں نے یہ زردہ بھیجا ہے وہ دائی ہوں

اچھا چھا تو ایسے کہو نا کیسی ہے عابدہ اور اسکے بیٹے نوید کا داخلہ ہوا شہر میں یا نہیں

رشدین نے جواب ابھی کہاں ہوا عابدہ بیچاری کپڑے سی سی کر تھک گئی ہے بیچارہ نوید نوکری بھی ڈھونڈ رہا ہے کبھی ادھر کبھی ادھر

چلو اللہ خیر کرے گا

نازنین نے جیسے ہی نوید کا نام سنا فورا بھاگ کر باہر آئی مگر اسکو مایوسی ہوئی کیونکہ نوید نہیں تھا اسکی ماں آئی تھی

رشدین خالہ نے کہا بہن یہ پشمینہ کی شادی کیوں نہیں کرواتے بیچاری بھائی کے گھر پے بوڑھی ہو رہی ہے کس جنم کا بدلہ اس بچی سے لے رہے ہو؟

کیا کیا دماغ خراب ہوگیا ہے تمھارا رشدین کیوں میرے منہ لگ رہی ہو اپنی اوقات میں رہو سمجھی ہماری بچی ہے ہم جو چاہے کریں۔

کیا تم نہیں جانتی کہ حشمت خان خاندان سے باہر نا بیٹی کا نکاح کرینگے نا بہن کا۔

چچی جان کو پھر سے تپ چڑھ گئی۔

دیکھو بہن میں نے تو اس لئے کہا کہ پشمینہ بیٹی کے لئے کسی طلاق یافتہ یا رنڈوے کا رشتہ لے آؤ تو اسکا بھلا ہی ہو جائے۔

اس پر چچی جان کا پارہ مزید چڑھ گیا اور بولی پشمینہ ارے وپشمینہ چائے بنانے کی ضرورت نہیں رشدین جا رہی ہے وہاں وہ برفی اور نشاستے کا حلوہ بھی مت لانا۔

اچھا میں چلتی ہوں خدا حافظ۔

چل دفع دور آئی بڑی ہمدرد۔

تو کون میں خوامخواہ۔

ہمارے خاندانی معاملات میں مداخلت کرنی والی بڑی آئی ہونہہ چچی جان نے منہ بنایا۔

نازنین نے کہا چچی جان آپ نے بھی رشدین خالہ کیسا تھ اچھا نہیں کیا دیکھو وہ ڈھنگ بھول گئی ہے تو چچی جان نے جواب دیا کل تم خود دے آنا نوید کا گھر کونسا دور ہے پاس ہی تو یہ ایک دیوار کا فاصلہ ہے۔

یہ بات سن کر نازنین خوش ہوگئی اور چچی جان کے پیر دبانے لگی۔

جیتی رہو میری بچی جیتی رہو۔

پشمینہ یہ ساری باتیں سن کر رو رہی تھی وردا اسکو تسلی دے رہی تھی کہ اس میں رونے کی کیا بات ہے ہر بات دل پے نہیں لیتے ہوتا وہی ہوتا ہے جو تقدیر میں لکھا ہوتا ہے الحمدللہ تمھارا بھائی حشمت خان زندہ ہے بھتیجا اشتیاق زندہ ہے تمھیں کا ہے کی فکر۔۔۔

اندر کمرے میں مسلسل فون کی گھنٹی بج رہی تھی اور کوئی اٹھا نہیں رہا تھا۔

چچی جان کمرے میں جاتی ہے اور فون اٹھاتی ہے۔۔

کیا یہ بلال گجر کی دوکان ہے؟

لاحول ولا قوۃ الا باللہ

یہاں تجھے بھینس نظر آتی ہے کلمو ہے۔

ارے ارے آپ تو ناراض ہوگئی۔۔۔

میں نے کہا کس سے بات کرنی ہے۔۔۔

آپ سے۔۔

I Love u

استغفر اللہ یا اللہ میری توبہ

ارے کمبخت میں 70 سال سے اوپر کی ہو تیری دادی جتنی ہوں۔

دوسری جانب فون بند۔

چچی جان خوب گالیاں دیتے ہوئے باہر آئی پشمینہ نے پوچھا کیا ہوا چچی جان۔۔۔

کچھ نہیں کوئی کلموہا تھا۔

آئی لب یو لب یو بول رہا تھا نگوڑا

یہ سننا تھا کہ پشمینہ کھل کھلا کے ہنس پڑی اور اپنا رونا بھول گئی۔

چچی جان نے کہا بیٹی ذرا تسبیح دینا استغفار کی پڑھ لو توبہ ہے یا اللہ میری توبہ۔

ابھی پھر سے ٹیلی فون کی گھنٹی بجنی لگی۔

ٹرن ٹرن ٹرن

ٹرن ٹرن ٹرن

چچی جان سے تو دوبارہ اٹھا نہیں جا رہا تھا اسی دوران اشتیاق آ گئے اور فون اٹھا یا

ہیلو ہیلو ہیلو فون پر آوازیں

فون کے دوسرے سرے سے نسوانی اور ترنم بھری آواز کیسے ہے آپ؟

اشتیاق کو پکا شک تھا کہ یہ کس کی آواز ہے مگر جان میں جان آئی کہ کوئی ہماری خیریت پوچھ رہا ہے ورنہ اتنے کام پڑے ہیں کہ خیریت کہاں تھی،،،

میں خیریت سے ہوں آپ کون۔

دوسری جانب سے آواز آئی کہ ہمیں چھوڑیے صرف اپنی سنائیں۔۔

جواب سے ظاہر تھا کہ آپ خیریت سے نہیں ہے طبیعت کس قدر بے چین تھی در قصور فی کسار کا لگ رہا تھا خیر میں نے جواب دیا۔

دیکھئے مس مہناز آپ کیوں مجھے تنگ کرتی رہتی ہے جبکہ آج کل تو میں فون اٹھانے سے بھی گریز کرتا ہوں اور یہ بائی چانس اٹھا یا ہے۔

دوسری طرف ٹیلی فون کے تاروں پر ناراضگی کی یک پیم دوڑ گئی۔۔۔

اور ادھر ریسور پر ایک ٹھنڈی سانس لی گئی جو ریسور پر محسوس کی گئی

اشتیاق میں نے گاجر کا حلوہ بنایا ہے کیا چھت پر آجاو

دیکھئے مس مہناز آپکی یہ طفلانہ باتیں ٹھیک نہیں ہم نے جھنجھلا کر اسے بتایا

آپ نے جواب نہیں دیا کہ چھت پر آو یا نہیں

دیکھئے مس مہناز اس وقت آپ خاموش رہیں اور آرام سے فون کی لائن منقطع کیجئے میں آپ سے مزید بحث نہیں کرسکتا کیونکہ فون پر بحث نہیں ہوسکتی سمجھ گئیں آپ!

تو گویا آپ ہم سے بالمشافہ ملاقات کرنا چاہتے ہیں؟

جی نہیں بالکل بھی نہیں میں آپ سے بالکل بھی ملاقات نہیں کرنا چاہتا میں نے درشت لہجے میں جواب دیا

آئیں گے کیوں نہیں آپ ضرور آئینگے

میں آپکی راہوں میں آنکھیں بچھا دوں گی اور نیلی فون لائن کا سلسلہ منقطع کر دیا گیا

اشتیاق کمرے سے باہر آیا تو چچی جان نے کہا بیٹا کس کا فون تھا

گاجر کے حلوائی کا

اس پر چچی جان نے کہا ابھی بلال گجر کا فون بھی گاجر کے حلوائی کا

توبہ ہے کیا زمانہ آ گیا ہے

نازنین نازنین کہاں ہو

ارے حشمت خان کی دلہن کیوں آوازیں دے رہی ہو

چچی جان کام ہے نہ اس لئے

نازنین آئی تو ماں نے کہا کل رشیدن خالہ زردہ لے کر آئی تھی تو یہ ڈونگہ بھول گئی تھی اسکو ورنوید کی ماں کو واپس کر دو۔ ورساتھ شکریہ بھی ادا کر دو

اور ہاں کیچن میں چاولوں کی بوری پڑی ہے وہ بھی انکو دے دینا کہنا میرے بابا کی فصل الحمدللہ بہت زیادہ ہوئی ہے ہماری طرف سے یہ ہدیہ قبول کریں آخر پڑوسیوں کا بھی حق ہوتا ہے

ٹھیک ہے اماں یہ سب سن کر نازنین بہت خوش ہوئی اور دل ہی دل میں لڈو پھوٹنے لگے

جیسے ہی نازنین نے دروازہ کھولا سامنے نوید کھڑا تھا اور لکڑیاں کاٹ رہا تھا نوید نازنین کو دیکھ کر خوشی سے نہال ہوگیا آخر دونوں بچپن کے

پلے بڑے تھے نازنین جو حشمت خان کی بیٹی تھی جو نازوں سے پلی بڑی تھی جس کو نا اپنے دولت پر ناز تھا اور نا اپنے حسن پر فخر و غرور نازنین تو شوخ و شنگ رنگوں کی عادی تھی بھڑکیلے قیمتی ملبوسوں اور آسائشوں کی عادی تھی۔

نازنین نوید کی بچپن کی ساتھی تھی دونوں ایک محلے میں رہتے تھے اور ایک ساتھ کھیل کود کے بڑے ہوئے۔

لڑکپن کی عمر شوخ اور آزاد ہوتی ہے مگر اب نازنین وہ چھوٹی سی گڑیا نہیں تھی بلکہ ایک خوبصورت جوان دوشیزہ لگ رہی تھی جو اسکے خوابوں کی شہزادی تھی۔۔۔

شام جوان تھی اور نازنین بھی جوان تھی جو اسکی دہلیز پر اس وقت کھڑی تھی۔

دونوں اب بھی ایک ساتھ پڑھتے تھے اور ایک دوسرے سے ڈھیر ساری باتیں کرتے تھے۔

نوید کو محسوس ہوا کہ نازنین کچھ اور زیادہ نکھر گئی ہے اسکی چال میں لوچ آگئی ہے اور لچک پیدا ہوگئی ہے اور ناز و ادا دیکھ رہی ہے۔

اس شام نوید کو محسوس ہوا کہ نازنین میں اچھی خاصی تبدیلی پیدا ہو چکی ہے۔

نازنین کا وہ دبلا پتلا جسم اب سڈول اور گداز ہو چکا ہے۔

نازنین اسے ایک دلکش مرمریں مجسمہ لگی حسن و رعنائی کا مکمل پیکر اور سڈول و گداز نرم و ملائم اجلا وجود

بڑی بڑی مقناطیسی گہری سبز آنکھیں اور کمر تک بل کھاتے ہوئے گہرے سیاہ ریشمی بال۔۔۔

نازنین کا ایک ایک انگ سر کتا تھا تھر کتا تھا رقص کرتا تھا ہواؤں میں جھومتا تھا پانی میں تیرتا ہوا نظر آتا تھا۔

اندر آؤ نازنین۔۔۔

مگر اماں تو گھر پر نہیں ہے پڑوس میں گئی ہے۔

کوئی بات نہیں نوید مجھے امی نے یہ ڈونگہ دیا ہے یہ لائی تھی اسکو کیچن میں رکھ دیتی ہوں۔

نوید کے گھر میں ایک بڑا پیپل کا درخت تھا جس کے سائے میں چارپائی پڑی ہوئی تھی۔

نوید یہ وہی پیپل کا درخت ہے جس پر تم مجھے جھولا دیتے تھے بچپن میں اور کھل کھلا کر ہنسا کرتے تھے ایک بار تو میں گر گئی تھی یاد ہے نا

ہاں ہاں سب یاد ہے۔۔

اچانک نوید نازنین کے قریب آیا اور اسکے ہاتھوں پر اپنی لبوں سے مہر ثبت کر دی نازنین ایک لمحے کے لئے کانپ گئی۔

نوید نے مقناطیسی نظروں سے نازنین کو دیکھا۔۔۔

اور وہ نظریں گویا نازنین کی روح میں پیوست ہوگئیں نوید کی نگاہوں کی تپش اپنے چہرے پر محسوس کر کے نازنین گھبرا گئی اور مدہوش سی ہوئی

نوید نے نازنین کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں دبایا اور خمار آلودہ آواز میں بولا میری نازنین۔۔۔

جب وقت آئے گا تو ان نرم گلابوں کو خوب چوم لینا نازنین نے شرما کے جواب دیا اور نظریں جھکائیں نوید کو اس وقت جھینپی جھینپی اور شرمیلی نازنین بہت بھلی محسوس ہوئی۔۔۔۔

وہ سیدھا سادہ اور نیک صفت فطرت لڑکا خاموش ہو گیا اور مان گیا ورنہ اگر کوئی اور ہوتا تو زمین و آسمان ایک کر دیتا۔

اچھا نوید اب میں چلتی ہوں اماں انتظار کر رہی ہونگی وقت چلتا رہا اور ہم متواتر ملتے رہے وقت پر بھلا کس کو اختیار ہے۔

نازنین تو اسے صرف اپنے بچپن کا دوست سمجھتی رہی اور اسکو اپنے تئیں ان احساسات کی خبر نہیں تھی جو اسکے دل میں پروان چڑھ رہی تھی۔

نازنین جب گھر آئی تو اچانک اسکو صحن میں انجان مہمان نظر آئے جن کو پہلے اس نے کبھی نہیں دیکھا تھا ان مہمانوں کیساتھ اشتیاق بیٹھا ہوا تھا اور بابا بڑے بے تکلفی سے ہنس بول رہے تھے بابا بولے نازنین بیٹی یہ میرے چچا زاد بھائی رحمت خان کا اکلوتا بیٹا ندیم خان ہے اور ساتھ انکے ماموں دوست خان ہے جس نے ندیم کی پرورش کی ہے اور اچھا قابل انسان بنایا ہے۔۔۔

دوست خان دل میں بولا اور اسی چکر میں اب تک میں نے شادی بھی نہیں کی۔

تم انکو نہیں جانتی مگر ندیم میرا اپنا خون ہے گاؤں میں انکی بڑی حویلی ہے زمین جائیداد نوکر چاکر سب موجود ہیں مگر یہ صاحب زادے اپنے ماموں کیساتھ لاہور میں رہتے ہیں۔۔۔

ندیم نے ایک نظر نازنین پر ڈالی اور نازنین اسکو پہلی نظر میں ہی پسند آ گئی تھی۔

امی یہ لوگ کیوں آئے ہیں ہمارے گھر۔۔

چچی جان نے کہا ارے پگلی تیرا رشتہ بیٹے تیرے باپ نے انکو بلایا ہے کہ میرا بھتیجا ہے یتیم ہے ورکھلم کھلا اکیلا ہے ورماشاء اللہ برسر روزگار ہے نیک ہے شریف ہے اور سر پر ماموں کا ہاتھ ہے عقل مند و رزیرک ہے ہمیں اور کیا چاہیے اور اوپر سے ہمارے اپنے خاندان کا ہے بھئی حشمت خان کی دلہن میری طرف سے تو سو فیصد ہاں ہے بس۔

وقت زیادہ نا لگاؤ بات ختم کرو اور نکاح کی تاریخ فائنل کرو۔

یہ سننا تھا کہ جیسے نازنین پر آسمان گر پڑا ہو مجھ پر جیسے سکتہ طاری ہو چکا تھا۔

گھر کے اندر کیا کھچڑی پک رہی تھی گویا میں صرف بے خبر تھی باقی سب جانتے تھے۔

آخر میرے ساتھ ایسا کیوں ہوا مجھے میرے ماں باپ نے یہ کونسا دکھ دے دیا ہے۔

میری اپنی ماں نے مجھ سے کونسی دشمنی نکالی ہے پھپھو کو تو پتہ ہے کہ میں نوید سے پیار کرتی ہوں امی کو بھی میری اور نوید کی بچپن کی دوستی کا پتہ ہے یہ میرے ساتھ کیا ہو گیا میرا دل درد کر رہا تھا اور اندر سے تڑپ رہی تھی میری اپنی ماں نے مجھ سے یہ بات کیوں چھپائی؟ آخر کیوں کیا امی نے مجھے نوید سے دوستی کی اجازت نہیں دی تھی۔

کہ بیٹی نوید سے تمھاری بول چال اور میل ملاپ پر ہمیں کوئی اعتراض نہیں بس اپنی باپ کی عزت کا خیال کرنا۔

کیا میں نے کچھ آج تک کچھ غلط کیا۔۔۔

اس وقت مجھے اپنی خواہش دم توڑتی ہوئی محسوس ہوئی ورسسک سسک کر مجھے ایسا محسوس ہو جیسے میرا نوید مجھ سے جدا ہو گیا ہے جو میرے بچپن کا ساتھی ہے جس نے ہر مشکل میں میرا ساتھ دیا جو میرے خوابوں کا شہزادہ ہے۔

نوید کی نیلی نیلی آنکھیں میرے دل میں پیوست تھی ایک دم چھلک پڑی۔

نوید کے ساتھ میں نے خوشیوں کے رنگین سپنے دیکھے تھے میں نے جو خواب دیکھے تھے اسکا کیا۔

امی آخر کیوں آپ نے میرے ساتھ ایسا کیا یہ کہہ کر نازنین پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

ارے مت رو پگلی کیوں روتی ہو ندیم اچھا لڑکا ہے لاہور میں سرکاری نوکری

کرتا ہے انگریجی میں سولہویں پاس ہے انگریجی میں چچی جان بولی۔۔

مگر چچی جان میں ندیم سے پیار نہیں کرتی۔

میں سے نہیں جانتی۔۔

آخر کیوں آیا ہے یہ۔۔۔

آخر کیوں آیا ہے یہ۔

پشمینہ پھپھو بات کی نزاکت کو سمجھتے ہوئے نازنین کو کمرے میں لے گئی۔

حشمت خان کی گونجدار آواز۔۔۔

زبیدہ بیگم یہاں ہو آؤ ندیم کیساتھ بیٹھو اور چائے پانی کا بندوبست کرو میں نے نکاح کی تاریخ اگلے جمعے کی رکھی ہے جمعہ کا دن مبارک ہوتا ہے۔۔۔۔

چچی جان ستا سو سنگہ خوا ہخو ادہ۔۔۔

یعنی آپکی کیا مرضی ہے۔

جگ جگ جیو میرے بچے میری طرف سے ہاں ہے۔

میرے لئے گامے پہلوان سے ٹوکری بھر کے مٹھائی لانا محلے بھر میں بانٹوں گی آج،

جی جی کیوں نہیں۔۔

سارا گھر خوش تھا۔

اگر کوئی خوش نا تھا تو وہ صرف نازنین تھی۔

آج موسم کتنا خوشگوار ہے پشمینہ پھپھو نے کھڑکیوں سے پردے ہٹائے تو خوشبو کا احساس ہوا دیکھو باغیچے میں رنگ برنگ پھول لہلہاتے کتنے اچھے لگ رہے ہیں۔۔۔۔

اگر تمہارا موڈ ہے تو مہناز کے گھر چلی جاو

ہونہہ۔۔۔

مگر ستھ چنے والا نوید جو نہیں پھر۔۔

باہر برآمدے سے آواز آئی اسلام علیکم چچی جان۔

واعلیکم اسلام نوید بیٹا آو بیٹھو کیسے ہو امی کیسی ہے سب ٹھیک ہے؟

جی چچی جان الحمدللہ سب خیریت ہے میں یہ بتانے آیا تھا کہ میرا داخلہ پنجاب کے بہت بڑے کالج میں ہو گیا ہے میں کل جا رہا ہوں۔

تو نوکری نہیں لگی؟ پتر۔

نہیں چچی جان یہ ایک سال پڑھائی مکمل ہوگی اسکے بعد نوکری تلاش کرونگا۔۔

اچھا چھا یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے۔

پشمینہ بیٹی ایک کپ چائے تو بنا کے لا و نوید آیا ہے۔

یہ سن کرنازنین دوڑتی ہوئی آئی کہ میں چائے بنا کے لاتی ہوں اور نوید کو دیکھتے ہوئے بہت کچھ کہنا اور سننا چاہتی تھی مگر۔۔۔۔۔۔۔۔

نوید نے کہا اچھا چچی جان اب میں چلتا ہوں کل صبح میری روانگی ہے دعا کرنا اچھا خدا حافظ

اور نازنین دل میں ڈھیر ساری باتیں لئے ہوئے کچھ نا کر سکی

نازنین کا دل غم اور کرب سے ڈوب رہا تھا وہ اوپر سے جب امی نے مجھ سے ندیم کے نکاح کی بات کی تو گویا میرے پیروں تلے زمین کھینچ لی گئی ہو جیسے۔۔۔۔۔۔

مجھے ایسا لگا جیسے یک دلدل ہے اور میں اس میں دھنستی جا رہی ہو۔

سب جانتے تھے کہ میری آنکھوں میں صرف نوید کی تصویر پوشیدہ ہیں میں نے اپنی زندگی صرف نوید کیساتھ خوشگوار دیکھی ہے میرے خیالات ورخوابوں کا شہزادہ صرف نوید ہے ایک سیدھا سادہ شریف النفس انسان جس کو ہر وقت میں اپنی آنکھوں کے سامنے رکھنا چاہتی تھی یہ دل کی باتیں ہیں جو دماغ تک نہیں پہنچ سکتی نادنیا والے اس کو سمجھ سکتے ہیں یہ بہت پرے کی باتیں ہیں یہ باتیں ونچی اونچی حویلیوں میں نہیں سمجھی جاتی بلکہ یہ تو مقدس باتیں ہیں مقدس جذبے ہیں جو مقدس ماحول میں ہی سمجھی جا سکتی۔۔

آہ نوید آہ۔۔۔۔۔۔

وہ میرے خوابوں کے تاج محل کا معمار ہے۔

بادشاہ ہے میں کیسے اس کو بھول جاو۔

آج مجھے امی ابو ندیم سے ازدواج کا کہہ رہے ہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے۔۔۔

نوید جس میں معصومیت تھی تقدس تھا شرافت تھی خلوص تھا کس قدر حساس تھا میری ذرا سی تکلیف پر چیخ اٹھتا جو میرے بچپن کا ساتھی تھا میرے ساتھ کھیلتا تھا میری مدد کرتا تھا مجھے کانٹوں سے بچاتا تھا اور میرے قدموں میں پھول بچھاتا تھا جب میں دوڑتی دوڑتی تھک جاتی تو وہ میرے پیروں کو دباتا تھا کیا اس میں ہماری زندگی کا دوش ہے جو وہ وقت اتنی جلدی گزر گیا۔

مجھے اب بھی یاد ہے جب نوید نے مجھے عید کارڈ دیا اور مجھ سے محبت کا اظہار کیا تھا اس دن مجھے یوں لگا جیسے میں کوہ قاف کی پری ہوں اور تم مجھے ہمیشہ بلاتے میری نازنین پری میری پری صرف میری پری میں نوید کی پری تھی اس دن کے بعد میں نے مکمل تمھیں اپنے خیالات میں سجایا تھا میں عشق کے پرستان سے گزرتی ہوئی تم تک پہنچ جاتی تھی ہماری محبت کی گواہی تو وہ پیپل کا درخت بھی دے گا جس کے نیچے ہم ہنسی خوشی گیت گاتے تھے ورناچتے تھے کتنی طوفانی راتیں جاڑے ورد ھوپ کے دن ہم نے ایک ساتھ گزارے۔۔۔۔۔۔۔۔

اے کاش۔۔۔۔۔۔

یہ سوچ کر نازنین پھوٹ پھوٹ کر رو دی اور امی کو منانے کی کوشش کرنی لگی کسی طرح اس رشتے کو ختم کر دیں

مگر ماں نے اسے دو ٹوک جواب دے دیا کہ جو تمہارا باپ کہے گا اس گھر میں وہی ہوگا سمجھ گئی یا سمجھا دوں میں تمھارے باپ کے خلاف نہیں جا سکتی نوید کی ابھی پڑھائی بھی مکمل نہیں ہوئی اوپر اس پر گھر کی بہت ذمہ داریاں بھی ہے معصوم بچہ ہے اس کو اپنی زندگی سکون سے گزارنے دو اور کوئی مسئلہ کھڑا نا کرو

تمھارا باپ ایک شریف انسان ہے اور وعدے وفا کا پکا انسان ہے اسکے منہ سے اگر لفظ نکل گیا سمجھو وہ پتھر کی لکیر ہے اپنی باپ کی شرافت اور آزادی کا فائدہ مت اٹھانا اور وہی کرو جو ہم کہتے ہیں سمجھی تم یا نہیں

جمعرات آگئی میری سہیلی مہناز چوڑیاں مہندی ڈوپٹے اور پتہ نہیں کیا کیا چیزیں میرے لئے لائی اس دن سب نے خوب خوشیاں منائی لڑکیوں نے گیت گائے مہندی لگائی اور رسمیں ہوئی

اور نا چاہتے ہوئے بھی میری شادی ندیم سے ہوگئی

آہ میری زندگی برباد ہوگئی خراب ہوگئی میرا نوید مجھ سے جدا ہوگیا اور اسکو اپنی تباہی کی خبر بھی نہیں ہوئی ندیم سے شادی کے بعد میں بالکل بھی خوش نا تھی نا اس سے سیدھے منہ بات کرتی نا اسکا خیال کرتی

بس زندگی گزر رہی تھی میں سے گزار رہی تھی ندیم مجھے شام میں پورا لاہور گھمانے لے جاتا مجھے ہوٹل پارک مارکیٹ غرض کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں مجھے گھمایا نا ہو ہفتے میں ایک بار ضرور شاپنگ کروانے لے جاتا

میں سکے ساتھ خوش نا تھی البتہ گھر میں موجود دولت خان ماموں کیساتھ حسب معمول باتیں کرتی تھی ماموں کو میرے ہاتھوں کے پکوان بہت پسند تھے ہمیشہ میری تعریف کرتے تھے اور شام کو ریڈیو پر غم زدہ گانے سنتے یا پرندوں کو دانہ ڈالتے بہت ہی نرم دل اور اچھے انسان تھے

گرمیوں کے دن بیت چکے تھے نازنین صحن میں پودوں کو پانی دے رہی تھی کہ اندر سے فون کی گھنٹی کی آواز آئی فون مسلسل بج رہا تھا دولت خان ماموں فون اٹھاتے ہیں

دوسری طرف پشمینہ پھوپھو بول رہی تھی

ہیلو نازنین کیسی ہو گھر میں سب خیریت ہے

میں نے اطلاع دینی تھی کہ تمھاری عزیز ترین سہیلی کا نکاح ہے اگلے اتوار کو اور فوراً ٹرین پکڑو اور اپنے گھر پہنچو

مہناز اور اشتیاق کا رشتہ چچی جان نے فکس کر دیا ہے سب بہت خوش ہیں

ارے ارے پشمینہ بی بی سانس تو لینے دو

میں دولت خان ہوں ندیم کا۔۔۔

پشمینہ شرما گئی اور سر پر دوپٹہ ٹھیک کرنے لگ گئی اور اٹک اٹک کر بولنے لگی دوست خان صاحب برائے مہربانی میرا [illegible] پہنچا دیجئے۔۔۔

ضرور ضرور آپ بلائیں ورنہ ہم نا آئیں یہ ہو نہیں سکتا پشمینہ بی بی یہ سن کر پشمینہ شرما گئی اور فون بند کر دیا۔

شام کو جب ندیم گھر آئے تو دولت خان ماموں نے سب باتیں تفصیل سے بیان کی کہ ندیم میاں تمھارے سسرال میں شادی ہے جانا تو پڑے گا میں بھی اپنے عید کے سوٹ نکالتا ہوں۔

میں تو ضرور جاؤنگا۔۔۔

ندیم نے گھر آتے ہی خود اپنے لیئے چائے بنائی اور نازنین سے کہا شتیاق کا نکاح ہے میں نے تین ٹرین کی ٹکٹیں بک کروالی ہے کل ان شا اللہ روانہ ہونگے۔

ٹھیک ہے بڑے روکے اور پھیکے انداز میں نازنین نے جواب دیا میں جا کے کھانا بناتی ہوں۔

سب لوگ جمعہ کو ہی پشاور پہنچ گئے اور اپنی ہر دلعزیز دوست مہناز کو یوں ہنستا مسکراتا دیکھ کر نازنین بہت خوش ہوئی اور ندیم شادی کی تمام تیاریاں خود سنبھال رہا تھا۔۔

دوست خان ماموں گھر کے کاموں میں مگن تھے کہ چچی جان نے آواز دی دولت خان تھوڑا آرام کرلیں کل سے کاموں میں مصروف ہو ویسے براہ مت بتانا میاں۔۔

اب تک شادی کیوں نہیں کی کوئی عشق وشق کا چکر تو نہیں۔۔

دوست خان ماموں شرما گئے ارے نہیں چچی جان عشق کا وقت ہی نہیں ملا ندیم کی پرورش کرتے کرتے اپنی جوانی تو میں بھول ہی گیا تھا

ہاں میاں ٹھیک کہا تم ہی ندیم کی ماں ہو اور باپ بھی تمھارے بہت احسانات ہیں اس پر۔

ویسے کیا عمر ہوگی آپکی۔۔۔

یہی اڑتالیس سال دو مہینے اوپر۔

اچھا اچھا ابھی تو جوان ہو مرد تو ستر سال تک جوان رہتا ہے یہ تو عورتیں ہوتی ہے جو شادی کے بعد جلد بوڑھی ہو جاتی ہے۔

دوست خان اگر تم چاہو تو پشمینہ سے بات کرو بڑی سگھڑ لڑکی ہے میرے ہاتھوں میں پلی بڑی ہے اور حشمت خان کی اکلوتی بہن ہے اچھی خاصی جائیداد کی مالک ہے۔۔۔

یہ سن کر دوست خان ماموں کی آنکھوں میں چمک آگئی اور وہ بہت خوش ہو گئے۔

اور مسکرا کر سر جھکا لیا کہ جیسے آپکی مرضی آپ میری بڑی ہے خاندان کی بزرگ ہے۔

میں آج ہی حشمت خان سے بات کرونگی تم فکر مت کرو اور ہاں اشتیاق کے نکاح کے وقت تک بات راز میں ہی رکھنا،

شادی کا گھر تھا ورنازنین اوندھی منہ کر کے بستر پر پڑی تھی اور مزاج اس قدر برہم تھا کہ گھر میں کسی سے بات نہیں کر رہی تھی مگر کوئی پرواہ بھی نہیں کر رہا تھا۔

اچانک چچی جان بڑا سا بنارسی ڈوپٹہ پہنے ہوئے کانوں میں موٹے موٹے جھمکے پہنے کمرے میں داخل ہوئی اور بولی اٹھونازنین میری بات سنو۔۔۔

میں نے پشمینہ اوردولت خان کا رشتہ بھی پکا کر دیا ہے۔

یہ سنتا تھا کہ نازنین سکتے میں آ گئی کیا کیا۔۔۔

نازنین کے تو چڑیاں طوطے سب اڑ گئے۔

نازنین ورطہ حیرت سے چچی جان کو دیکھ رہی تھی مگر خاموش تھی۔

ارے پگلی اس میں تیرا ہی فائدہ ہے پشمینہ تیری پھوپھو ہے اب میں اسے تمھاری ساس بنا رہی ہوں تا کہ گھر پر تمھارا قبضہ مضبوط ہو جائے سمجھی۔۔۔

کر دمیں نے سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کیا ہے اور تیرا باپ بھی راضی ہو گیا ہے۔

اب جا دگھر کی پرانی پیٹی سے اپنی دادی کا بنارسی شادی والا سوٹ نکالو وہی پہناؤنگی پشمینہ کو وہ بڑا مبارک جوڑا ہے چل جلدی کر یہ کہہ کر چچی جان اپنے پان دان سے پان نکال کر مزے سے کھانے لگی۔

نازنین ہاتھوں میں اپنی دادی کا بنارسی سوٹ لا رہی تھی کہ اچانک برآمدے میں اسکا سامنا نوید سے ہوا نوید کو دیکھ کر نازنین کا دل جیسے کسی نے اپنے مٹھی میں بند کر لیا ہو اور وہ سانس لینا بھول گئی وہ خود کو مجرم سمجھ رہی تھی وہ بہت کچھ کہنا چاہتی تھی مگر نوید اسکو اندیکھی کر کے جیسے وہاں کوئی تھا ہی نہیں گزر گیا۔

یہ کیا نوید نے ایک نظر بھی مجھ پر نہیں ڈالی اور پھوٹ پھوٹ کر رو دی۔

اپنے ریشمی ڈوپٹے کے پلو سے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے وہ چچی جان کے پاس گئی اور شادی کا جوڑا سامنے چارپائی پر رکھ دیا۔

شادی کا گھر تھا لوگوں کی ہل چل تھی کوئی جا رہا تھا کوئی آ رہا تھا اچانک رشدین خالہ آ گئی

اسلام علیکم چچی بہن۔۔

بھلا یہ کیا نام ہوا رشدین۔۔

واعلیکم اسلام آو بیٹھو کیسی ہو یہ بات کرتے ہوئے چچی جان نے اپنے ناک سے مکھی اڑائی۔

میں تو ٹھیک ہوں سنا ہے پشمینہ کا نکاح ہے اتوار کو؟

میں تو ٹھیک ہوں سنا ہے پشمینہ کا نکاح ہے اتوار کو؟

تو اور کیا رشدین تمھارے رشتوں کے پٹارے میں تو رنڈوے اور طلاق یافتہ ہی تھے منہ بنا کر چچی جان نے کہا۔۔

اس بات پر رشدین خالہ تھوڑی شرمندہ ہوگئی۔

ڈھلتی رات میں نازنین کی سلگتی آواز نے آگ کے الاؤ کو مزید بھڑکا دیا تھا وہ چھت پر اکیلی بیٹھی اپنی حالت پر افسوس کر رہی تھی رات قدرے گہری ہو چکی تھی اندھیرا چھا چکا تھا اور ہوا ٹھنڈی ٹھنڈی چل رہی تھی۔

چودھویں کا چاند پورے آب و تاب کیساتھ چمک رہا تھا اتنا روشن اور چمکدار تھا کہ اسکی روشنی نازنین کے جسم و جان کو جلا رہی تھی۔۔

اچانک اس نے کسی کے قدموں کی آہٹ سنی پیچھے دیکھا تو ندیم کھڑا تھا۔

اب تک ناراض ہو مجھ سے اور نازنین کا ہاتھ پکڑ اپنے ہونٹ نازنین کے نرم ہونٹوں پر رکھ دیے۔۔۔

نازنین مزاحمت بھی نا کر سکی کیونکہ ندیم کی گرفت کافی مضبوط تھی۔۔

صبح صادق سورج کی روشنی پھیل رہی تھی اور ہر طرف اجالا ہوگیا تھا گھر میں مہمانوں کا تانتا بندھا ہوا تھا چچی جان نے کمخواب کا گہرا سرخ جوڑا پہن رکھا تھا اور تخت پوش پر بیٹھی سب کو ہدایات دے رہی تھی۔۔

شادی کے ہنگاموں میں پھر سے نوید کا سامنا نازنین سے ہوگیا تو نازنین نے بات کرنی چاہی۔۔

نوید نے کہا دیکھو نازنین آج کے بعد مجھ سے بات مت کرنا تم ندیم کے نکاح میں ہو اور وہ ایک شریف النفس انسان ہے میں کسی کو دھوکا نہیں دینا چاہتا میں تمھارا دل و جان سے احترام کرتا ہوں مگر اب تم کسی اور کی عزت ہو اور ایک چیز ہوتی ہے تقدیر،

تقدیر پر ہم سب کا ایمان ہے کیونکہ ہم سب مسلمان ہیں اور اللہ نے ہماری یہی تقدیر لکھی ہے میں اس پر راضی ہوں۔۔

تم بھی آئندہ احتیاط کرنا یہ کہہ کر نوید چلا گیا۔۔۔

نازنین یہ سن کر جیسے ایک خواب سے بیدار ہوگئی اور آواز آئی کہ اشتیاق اور مہناز کا نکاح ہوگیا مبارک ہو چھوارے بانٹے گئے۔

اب نکاح کی باری دولت خان کی ہے۔۔۔

نازنین اپنی پیاری اور سگھڑ پھوپھو کو مہندی لگانے چلی گئی جہاں ندیم۔

گلاب کی پتیاں نازنین کے قدموں میں ڈال رہا تھا۔۔۔

اور دور کھڑا حشمت خان اپنے خاندان کو خوش دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔

آج کی شخصیت بند مٹھی میں سورج کے شاعر

احساسات اور جذبات کے بادشاہ

احساسات اور جذبات کے ترجمان شاعر جناب محمد ناصر باری صاحب

محمد ناصر باری

پنجابی زبان کے بے مثال اور لاجواب شاعر محمد ناصر باری صاحب
لائل پور (فیصل آباد) سے تعلق رکھتے ہیں اور اب ووڈلینڈ کیلیفورنیا
امریکہ میں مقیم ہے۔

جی ہاں، محمد ناصر باری واقعی پاکستان کے ایک نامور پنجابی شاعر ہیں۔ وہ پنجابی
ادب کی اپنی گہری سمجھ اور اپنی شاعری کے ذریعے جذبات اور تجربات کے
اظہار کی صلاحیت کے لیے جانے جاتے ہے۔

ناصر باری کے کام اکثر پنجاب کے ثقافتی ورثے اور روایات کو اجاگر کرتے
ہیں، جو اس خطے کے منفرد جوہر کو مناتے ہیں۔ناصر باری صاحب کی شاعری
میں آپکو پنجابی رہن سہن، ثقافت و روایات اور روزمرہ زندگی کے حسین
لمحات پر دلفریب شاعری پڑھنے کو ملی گی۔اپنی شاعری کے ذریعے وہ فطرت
کے حسن، زندگی کی خوشیوں اور غموں اور عام لوگوں کی جدوجہد کو اپنی
گرفت میں مضبوطی سے لیتے ہیں۔

ان کی شاعری قارئین کے ساتھ گونجتی ہے، کیونکہ وہ سادگی کو گہرائی کے
ساتھ جوڑ کر اسے سامعین کی ایک وسیع رینج کے لیے قابل رسائی بناتے
ہے۔

پنجابی زبان پر ناصر باری کی کمان اور اپنے الفاظ کے ذریعے طاقتور پیغامات پہنچانے کی ان کی صلاحیت نے انہیں ادبی برادری میں پہچان اور پذیرائی بخشی۔ کئی لوگ ان کے دلفریب اور زبردست غزلوں کے مدح ہیں۔

پنجابی شاعری میں ان کی شراکتیں خواہش مند اور تجربہ کار شاعروں دونوں کو متاثر کرتی رہتی ہیں، اور ان کے کام نے پاکستان میں پنجابی ادب کے تحفظ اور فروغ پر نمایاں اثر ڈالا ہے۔پاکستان کیساتھ ساتھ امریکہ میں بھی ایک بڑا طبقہ انکی شاعری کا دالداہ اور مدح ہیں۔محمد ناصر باری کی شاعری پنجاب کے ثقافتی، سماجی اور تاریخی سیاق و سباق کی گہری تفہیم کی عکاسی کرتی ہے۔ وہ اکثر عام لوگوں کو درپیش جدوجہد اور چیلنجوں کو روشنی میں لاتے ہے، جبکہ ان کی لچک، اقدار اور اپنی زمین سے محبت کا جشن بھی مناتی ہے۔اور انکی شاعری ایک طرح سے اظہار کرتی ہیں۔

اپنی شاعری کے ذریعے، باری صاحب نے دیہی زندگی کے جوہر کو اپنی گرفت میں لیا، دیہی علاقوں کی خوبصورتی، تہواروں کی رونق، اور برادری کے رشتوں کی گرمجوشی کو دکھایا۔ وہ اپنے قارئین کے لیے ایک دلکش اور عمیق تجربہ تخلیق کرنے کے لیے وشد امیجری، استعاروں اور لفظوں کو مہارت سے بناتے ہے۔اور الفاظ کو موتیوں کیطرح جوڑتے ہیں۔

باری صاحب کی شاعری کا ایک نمایاں پہلو ان کی شدید جذبات کو ابھارنے کی صلاحیت ہے۔ اس کے الفاظ میں قارئین کے دلوں کو چھونے کی طاقت ہے، وہ زندگی کی پیچیدگیوں کی عکاسی کرتے ہیں، انسانی رشتوں پر غور کرتے ہیں، اور روزمرہ کے تجربات میں چھپے گہرے معنی کی تعریف کرتے ہیں۔

باری صاحب کی شاعری محض جمالیاتی کشش سے بالاتر ہے۔یہ ثقافتی تحفظ کے لیے ایک ذریعہ کے طور پر کام کرتا ہے، پنجابی زبان، روایات اور شناخت کو زندہ رکھنے میں مدد کرتا ہے۔ ان کی نظمیں نسلوں کے درمیان ایک پل کا کام کرتی ہیں، جو پنجاب کے امیر اور لازاول ورثے کو مستقبل میں منتقل کرتی ہیں۔

پنجابی ادب میں ان کی بے پناہ خدمات کے اعتراف میں، محمد ناصر باری کو متعدد ایوارڈز اور تعریفوں سے نوازا گیا ہے۔ ان کی تخلیقات معروف ادبی رسائل، انتھالوجیز میں شائع ہو چکی ہیں، اور ان کی فنی خوبی اور سماجی مطابقت کے لیے بڑے پیمانے پر سراہا گیا ہے۔

محمد ناصر باری صاحب کی شاعری ہر شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو متاثر کرتی ہے اور ان کی وطن کے جڑوں میں فخر کا جذبہ پیدا کرتی ہے۔ ان کے الفاظ اجتماعی شعور کا حصہ بن چکے ہیں، جو ہمیں پنجاب کی بھرپور ثقافتی ٹیپسٹری اور اس کی پائیدار روح کی یاد دلاتے ہیں۔

محمد ناصر باری صاحب
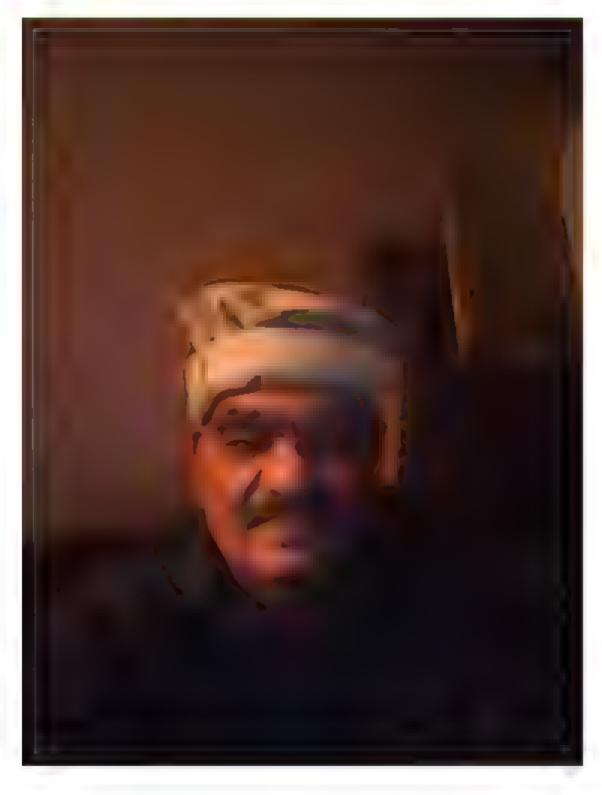
محمد ناصر باری صاحب
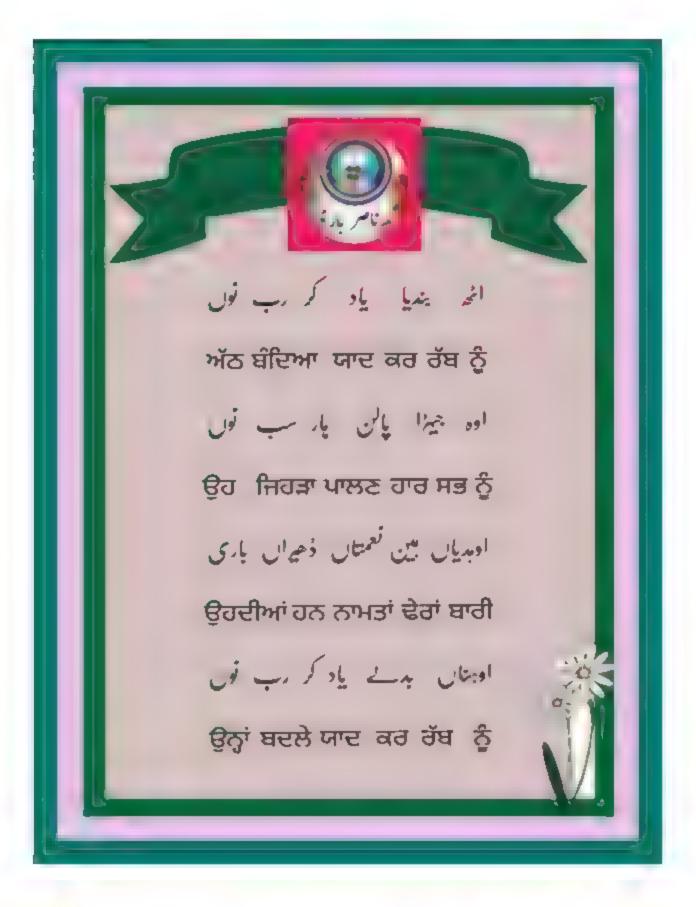
محمد ناصر باری صاحب کی شاعری

محمد ناصر باری صاحب کی شاعری

نعت شریف

ساڈیاں اکھراں دا کی لکھنا محمد سوہنے دیاں شاناں

سیاہیاں سمندر مک جانے مک جانے ورقیاں بنڈلاں

اسیں کوجے تے نمانے گند نال بھرے رج کے

عملاں لئی اسیں تے بے عملے بھل بیٹھے دسیاں گلاں

اج جنھاں خشیاں منائیاں ایہناں عمل تے کیتے ناں

حضور دی شان تے چنگی لگدی اسیں کریئے عملاں تاں

سوہنے رب دی رحمت ورھدی شہر مدینے وچ باری

اوتھے تے حضور دے صدقے اوہدے دیاں شاناں

محمد ناصر باری صاحب کی شاعری

یاداں تیریاں ہتھوں لبھے اتھرو
دکھاں عشقاں ہتھوں وگے اتھرو
جند نمانی پا بیٹھی گل عشق باری
سوچاں ڈاہڈیاں ہتھوں ڈگے اتھرو

یَاداں دِے پَڑُولِے نکُو نک
سجناں دے ڈُھولِے تکُو تک
چَن وَانگ اِکُو اِی مُکھ یَاد بَارِی
رَاہنوَاں دِے رُولِے لکُو لَک

محمد ناصر باری صاحب کی شاعری
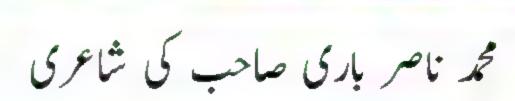
بولیاں

کانواں کیوں کاں کاں لائی ہوئی آ
سانوں تانگ سجناں دی توں جان سکائی ہوئی آ

مندے حال راہنواں دے
کوئی پتہ نہیں ہور کنے دن ساہنواں دے

چل ڈگ پے کپاواں دے
رشتے سارے چنگے بندے چاہنواں دے

ہن کھوے پانی نہیں بھر دے
ہن حاکم وی بناں پیسیوں کم نہیں کر دے

بدل گج رج کے وسیا
تتی ہوا اگ ورگی نوں ٹھنڈ پے گئی

کھوے دی لج ماہیا
زمانہ کناں چندرا راہ جاندیاں کڑیاں نوں چھیڑ دا

محمد ناصر باری صاحب کی شاعری

ماتواں دھیاں دا پیار وکھرا — نال دونواں ویہڑا ہار پھبدا

ماں دے بندیاں ہین بہاراں — ماں باجھوں بندہ لاچار لگدا

ماں بندیاں رہین پیار تانگاں — ماں جیجوں کوئی ناں جیجدا

ماں دی کتاں پیار سانجھا — ماں جئی ممتا کے ہور ناں

جمن تاں حیاتی ہار نیالاں — ماں ونڈدی کداں پیار اپنا

جیہناں ماں دی قدر کیتی — اوہناں جنتی پینگاں یار پاوندا

یہناں کولوں ہوئی دکھی ماں — بنیراں ڈیہیاں رہندا پیار لبھدا

ربا بن ماں جیجوں ای باری

پتہ لگا ماں دیاں بہار شاناں

محمد ناصر باری صاحب کی شاعری

آہ دسمبر

ਆਹ ਦਸਮਮਬਰ

دسمبر دیاں اداس شاماں

ਦਸੰਬਰ ਦਿਆਂ ਉਦਾਸ ਸ਼ਾਮਾਂ

دکھاں بھریاں اداس شاماں

ਦੁੱਖਾਂ ਭਰੀਆਂ ਉਦਾਸ ਸ਼ਾਮਇੰ

جھڑی وچھڑن لگی باری

ਝੜੀ ਵਿਛੜਨ ਲੱਗੀ ਬਾਰੀ

ڈونگیاں یاداں اداس رتاں

ਡੂੰਗੀਆਂ ਯਾਦਾਂ ਉਦਾਸ ਰੁੱਤਾਂ

محمد ناصر باری صاحب کی شاعری

سُلگن وِیہڑے دِی

دھرتی دے نال کداں ترا ؤ
رل ملکے اساں ساریاں کیتا
کھیت ساڈے پانی بِنھتوں
کِداں تے کینوہں بنجر ہو گے
کپاواں دے پھل وی مکے
گنے متھیاں نوں ہُن چوہن پَئی
کداں ہن اسیں ترس گئے
اُوہ ٹاہلیاں تے سنگراں تنکیاں
ہُن سفیدے پہاڑی سنگراں
کنج تھاں تھاں تے اگ پچیے
ہُن اکاں تے تھیں دا راج
خربوزہ ککڑی نوں ترس گیے
رت ہُن پنجاب دی بناں پانی
کداں ہُن ہریاواں مک گیے
دریا وی سکے تے ڈیم ناں بنے
ناں ناں جمہوز دے لُٹ گئے
نکھاں ہن سکھاں دی تھاں باری
وچ نصیباں دے ساتوں لبھ گئے

محمد ناصر باری صاحب کی شاعری

جدوں وچھڑے یاد آوندے نیں

ਜਦੋਂ ਵਿਛੜੇ ਯਾਦ ਆਉਂਦੇ ਨੇਂ

دن لگے یاد آوندے نیں

ਦਿਨ ਲੰਗੇ ਯਾਦ ਆਉਂਦੇ ਨੇਂ

ہن اکلاپے دا روگ باری

ਹੁਣ ਇਕਲਾਪੇ ਦਾ ਰੋਗ ਬਾਰੀ

موم بتی لوئے یاد آوندے نیں

ਮੋਮ ਬੱਤੀ ਲਵੇ-ਏ-ਯਾਦ ਆਉਂਦੇ ਨੇਂ

ہن صوفی رنگیا عشق فقیری لبھدا ناں

ਹੁਣ ਸੂਫ਼ੀ ਰੰਗਿਆ ਇਸ਼ਕ ਫ਼ਕੀਰੀ ਲੱਭਦਾ ਨਾਂ

ٹکر منگتے رنگیا عشق فقیری سبھاں تھاں

ਟੱਕਰ ਮੰਗਤੇ ਰੰਗਿਆ ਇਸ਼ਕ ਫ਼ਕੀਰੀ ਸਭਾਂ ਥਾਂ

لکھتاں صوفیاں بس ہن وچ کتاباں باری

ਲਿਖਤਾਂ ਸੂਫ਼ੀਆਂ ਬੱਸ ਹੁਣ ਵਿਚ ਕਿਤਾਬਾਂ ਬਾਰੀ

ہن من رجھیا عشق فقیری پڑھیاں ناں

ਹੁਣ ਮਨ ਰੁਝਿਆ ਇਸ਼ਕ ਫ਼ਕੀਰੀ ਪੜ੍ਹੀਆਂ ਨਾਂ

محمد ناصر باری صاحب کی شاعری

سوچ پراگا

**

لبھ تے حیاتی بلبلہ اک پانی
دن وی چڑھدا شام مک کہانی
درد ایس زمانہ دل دا جانی
سوچاں ہتھوں پل پل رلدی
دکھاں سکھاں لبھ جند نمانی
حق سچ گواچا بس ظلم زیادتی
ساہ وی اوکھا گند بھری حیاتی
کتھے جانا باری
ایس جند نمانی

محمد ناصر باری

محمد ناصر باری صاحب کی شاعری

سانجھ سویر دی ہن مک گئی

ਸਾਂਝ ਸਵੇਰ ਦੀ ਹੁਣ ਮੁੱਕ ਗਈ

سانجھ پیار دی ہن مک گئی

ਸਾਂਝ ਪਿਆਰ ਦੀ ਹੁਣ ਮੁੱਕ ਗਈ

ریتاں پریتاں چلھے پایاں باری

ਰੀਤਾਂ ਪ੍ਰੀਤਾਂ ਚੁੱਲ੍ਹੇ ਪਾਈਆਂ ਬਾਰੀ

سانجھ دلدار دی ہن مک گئی

ਸਾਂਝ ਦਿਲਦਾਰ ਦੀ ਹੁਣ ਮੁੱਕ ਗਈ

محمد ناصر باری صاحب کی شاعری

دسمبر دا مہینہ

چنگی ٹھنڈ ونڈ دا

زمیندار دا اوکھا مہینہ
مربعے وچ ویلنا چلدا
روہ نال گڑ شکر بندا
کچے گھڑیاں دے وچ
جٹ روہ کنج بھر کے
کدھرے لکو چھڈ دا
روہ وچ خمار اٹھدا
کوئی سرکہ تے کوئی
دیسی شراب کڈھ دا
خشیاں ویلے اے رج
من موجاں پیا کر دا
ایہہ کوڑا امرت پانی
کدی تے کدھرے
جان وی گنوا چھڈ دا